حضرت ابراھیم علیہ السلام کی
قربانی کا قصّہ
تفسیر و دروس
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
دار النور اسلام آباد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

قربانی کا قصّہ

تفسیر و دروس

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور، اسلام آباد

دار النور۔ اسلام آباد

موبائلز: 0333 - 5139853
0321 - 5336844

اشاعت	2009ء
تعداد	1100
اہتمام	قدوسیہ اسلامک پریس
قیمت	-/85 روپے

مکتبہ قدوسیہ

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Tel # +92-42-7351124 , +92-42-7230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

فہرست مضامین

پیش لفظ

(ب)

﴿سَيَهْدِيْنِ﴾

تفسیر:

(ج)

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾

تفسیر:

(ہ)

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾

تفسیر:

(و)

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾

تفسیر:

(ح)

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّاإِبْرٰهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾

تفسیر:

(ط)

﴿إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

تفسیر:

(ی)

﴿إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾

تفسیر:

(ک)

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾

تفسیر:

(ل)

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ. سَلَامٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ. كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

تفسیر:

(م)

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

تفسیر:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ ❶

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ ❷

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ ❸

اما بعد!

قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ انبیائے سابقین علیہم السلام اور دیگر لوگوں کے قصوں

---

❶ سورة آل عمران/ الآية ۱۰۲.

❷ سورة النساء/الآية الأولى.

❸ سورة الأحزاب/ الآيتان ۷۰ـ ۷۱.

پر مشتمل ہے۔ بعض اہل علم کی رائے میں یہ حصہ قرآن کریم کے آٹھ پاروں کے برابر ہے۔ ❶ قرآنی قصوں کی اہمیت اور فائدہ کو واضح کرنے کے لیے یہ بذات خود ایک بہت بڑی شہادت ہے۔

علاوہ ازیں اللہ رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا، کہ وہ لوگوں کو تدبر و تفکر پر آمادہ کرنے کے لیے ان کے روبرو قصے بیان کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ❷

[پس آپ قصے سنایئے، تاکہ وہ غور وفکر کریں۔]

قرآنی قصوں میں کتنے فوائد ہیں! ان سے انسانی معاشروں میں ہمیشہ سے موجود سنن الٰہیہ سے آگاہی ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ❸

[جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو ان کا ایمان ان کے کسی کام نہ آیا اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے متعلق ہمیشہ یہی سنت رہی ہے اور اس وقت کافروں کو بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا]۔

ہزاروں سال گزرنے کے باوجود سنن الٰہیہ میں تبدیلی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا﴾ ❹

---

❶ ملاحظہ ہو: ''القصص القرآني: إيحاؤه ونفحاته'' ڈاکٹر فضل عبّاس ص ۱۰ منقول از: ''منهج الدعوة إلى العقيدة في ضوء القصص القرآني'' دكتورة منى عبد الله ص ٥.

❷ سورة الأعراف/جزء من الآية ١٧٦.

❸ سورة المؤمن (غافر) / الآية ٨٥.

❹ سورة فاطر / جزء من الآية ٤٣.

[سو کیا یہ اسی دستور (سنت) کے منتظر ہیں، جو پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا۔ سو آپ اللہ تعالیٰ کی سنت کو کبھی بدلتے ہوئے نہیں پائیں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت کو ٹلتے ہوئے نہیں پائیں گے]۔

قرآنی قصے انسانیت کو اس بات کی خبر دیتے ہیں، کہ انسانوں کے اعمالِ خیر سے کیا بہاریں آئیں اور اعمالِ شر کن بربادیوں کا سبب بنے۔

قرآنی قصے تاریخی نوادرات ہیں، جو انسانیت کو تاریخ سے فیض یاب ہونے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ [1]

ان قصوں میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے بعد امت کے لیے دلوں کی تسکین اور مضبوطی کا سامان ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ [2]

[اور ہم رسولوں علیہم السلام کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سناتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ آپ کے دل کو مضبوط کریں]۔

قرآنی قصوں میں سے ایک اہم قصہ [حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بڑھاپے میں ملنے والے لختِ جگر کو دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچنے پر حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں ذبح کرنے کا ارادہ کرنا ہے]

توفیقِ الٰہی سے اس قصے کو سمجھنے سمجھانے اور اس میں موجود دروس اور عبرتوں سے فیض یاب ہونے اور دوسروں کو فیض یاب کرنے کے ارادے سے کیا جا رہا ہے۔

---

[1] تفسير القاسمي ١/١١٤.

[2] سورة هود عليه السلام / جزء من الآية ١٢٠.

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

توفیقِ الٰہی سے درج ذیل باتوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

۱: اس قصہ سے متعلقہ آیات کی تفسیر اور ان سے اخذ کردہ دروس اور عبرتوں کے تحریر کرنے میں معتمد تفسیروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۲: اخذ کردہ دروس کی تائید کے لیے قرآن وسنت سے کچھ دلائل وشواہد ذکر کیے گئے ہیں۔

۳: ضعیف احادیث اور اسرائیلی روایات سے کلی طور پر اجتناب کیا گیا ہے، کیونکہ ثابت شدہ تھوڑی معلومات غیر ثابت شدہ زیادہ معلومات سے کہیں بہتر ہیں۔

۴: کتاب کے آخر میں مراجع ومصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کردی گئی ہیں۔

کتاب کا خاکہ:

توفیقِ الٰہی سے خاکہ کتاب درج ذیل صورت میں ترتیب پایا ہے:

پیش لفظ:

اصل کتاب:

قصے سے متعلقہ آیات پندرہ حصوں میں تقسیم کی گئی ہیں اور ہر حصے میں اس کی تفسیر اور اخذ کردہ دروس بیان کیے گئے ہیں۔ بیان کردہ دروس کی مجموعی تعداد بتیس ہے۔

خاتمہ:

خلاصہ کتاب اور اپیل پر مشتمل ہے۔

شکر ودعا:

اللہ رب العالمین کا شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اپنی کرم نوازی سے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلقہ اس عظیم موضوع کے بارے میں مجھ ناچیز کو کام کا آغاز

کرنے کی توفیق سے نوازا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ حَتَّى يَرْضَى سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى.

رب حي وقيوم میرے والدین محترمین کی قبروں پر رحمت کی برکھا برسائیں، کہ وہ تادم واپسیں، اپنی اولاد کی دینی تربیت کے لیے غیر معمولی کوشش کرتے رہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْرًا.

اللہ کریم میری اہلیہ محترمہ، بیٹوں، اور بہوؤں کو میری خوب خدمت کرنے کی دنیا وآخرت میں بہترین جزا عطا فرمائیں اور اس کتاب کے ثواب میں شریک فرمائیں۔ کتاب کی مراجعت میں بھرپور تعاون کے لیے عزیز القدر عمر فاروق قدوسی کا شکر گزار ہوں۔ جزاه الله تعالى خيراً في الدارين.

فضل الٰہی

۱۷ محرم ۱۴۳۰ھ

بمطابق ۱۵ جنوری ۲۰۰۹م

اسلام آباد

قصے کے بارے میں آیات کریمہ اور ان کا ترجمہ

﴿وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ. رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ. فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ. فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ. فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ. وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ. اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ. وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ. وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ. سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ. كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ. اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ. وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ. وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ﴾ ❶

[اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: ''بے شک میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، وہ ضرور میری راہنمائی فرمائیں گے۔ اے میرے رب! مجھے نیک بخت (لڑکا) عطا فرمایئے۔''

تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی۔

❶ سورۃ الصّٰفّٰت / الآیات ۹۹-۱۱۳۔

پس جب وہ ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا:
''اے میرے چھوٹے (سے) بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سوتم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟'' انہوں نے کہا: ''اے میرے ابا (جان)! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

پس جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے اسے پیشانی کے ایک جانب گرایا اور ہم نے اسے آواز دی، کہ: ''اے ابراہیم ۔علیہ السلام۔ واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی ہوئی آزمائش ہے'' اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی، جو نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے اور ہم نے اس پر اور اسحاق ۔علیہما السلام۔ پر برکت نازل فرمائی اور ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے]۔

آیات کریمہ کی تفسیر اور ان سے اخذ کردہ دروس

(۱)

﴿وَقَالَ اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی﴾

[اور انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا: ''بے شک میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں]

تفسیر:

مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: میں وہاں ہجرت کرکے جارہا ہوں، جہاں جانے کا میرے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔[1]

۲: میں وطن، اعزہ و اقارب اور سب کچھ چھوڑ کر ایسی جگہ جارہا ہوں، جہاں میں اپنے رب تعالیٰ کی عبادت بلا روک ٹوک کرسکوں۔[2]

اسی بات کا ذکر قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا﴾[3]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٢٩٨؛ وتفسير الجلالين ص ٥٩٣؛ وفتح الرحمن بكشف ما يلتبس من القرآن ص ٥١٥؛ وتفسير أبي السعود ٧/١٩٩.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ٦/٢٥؛ والتفسير الكبير ٢٦/١٥٠؛ تفسير القرطبي ١٥/٩٧؛ وتفسير الخازن ٦/٢٥؛ وتفسير البيضاوي ٢/٢٩٨؛ وتفسير أبي السعود ٧/١٩٩.

[3] سورة مريم / الآية ٤٨.

[اور میں تم سے اور جن چیزوں کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو، جدا ہوتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں۔ امید ہے، کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا]۔

۳: میری عبادت کا مقصود و مطلوب اپنے رب تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی بات کو قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفًا وَّ مَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ [1]

[یقیناً میں نے سب سے منہ موڑ کر اپنا رخ ان (اللہ تعالیٰ) کی طرف پھیر لیا ہے، جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں]۔

درس ۱: اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنا:

جس مقام پر دشمنوں کی کثرت ہو اور دین پر چلنا کٹھن اور دشوار ہو جائے، تو وہاں سے ہجرت کرنی چاہیے۔ نصرتِ الٰہیہ کے شاملِ حال ہونے کے باوجود، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں کی عداوت کی شدت کی بنا پر ہجرت کی، تو دوسرے لوگوں کو تو ایسے حالات میں بطریقِ اولیٰ ہجرت کرنی چاہیے۔ [2]

اہل ایمان کی نظر میں وطن کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ ان کا مقصد زندگی اپنے رب ذوالجلال کی عبادت ہوتا ہے۔ جہاں بھی ان دونوں میں تعارض پیدا ہو جائے، تو

---

[1] سورة الأنعام / الآية ۷۹.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۵/۹۷؛ والتفسیر الکبیر ۲۶/۱۵۰؛ وتفسیر المراغي ۲۳/۷۱.

وہ وطن چھوڑنا برداشت کر لیتے ہیں، لیکن دین سے کسی قیمت پر بھی دستبردار ہونا گوارا نہیں کرتے، کیونکہ دین سے محرومی نا قابلِ تلافی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں دین کا بدل کوئی چیز بنائی ہی نہیں۔ جہاں تک وطن کا تعلق ہے، تو اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اور وہ دین کی خاطر چھوڑی ہوئی جگہ سے بہتر جگہ عطا فرما سکتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ [1]

[اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بے شک میری زمین وسیع ہے، سو تم میری عبادت کرو]۔

ہجرت کا بہترین بدل:

رب ذوالجلال دین کی خاطر وطن چھوڑنے والے کو صرف بہتر جگہ عطا ہی نہیں کرتے، بلکہ انہوں نے ایسے لوگوں کو بہت کچھ عطا کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾ [2]

[اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہیں اور روزی میں کشادگی پائے گا]۔

امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آیت شریفہ کا خلاصہ یہ ہے، کہ گویا کہ اس میں کہا گیا ہے: اے انسان! اگر تو وطن سے ہجرت، پردیس میں پیش آنے والی مشقتوں اور مصیبتوں

---

[1] سورة العنكبوت / الآية ٥٦.

[2] سورة النساء / جزء من الآية ١٠٠.

کے خدشے کی بنا پر نہیں کرتا ہے، تو اس اندیشے کو اپنے دل و دماغ سے نکال دے، جہاں تو ہجرت کر کے جائے گا، وہاں اللہ تعالیٰ تجھے اتنی زیادہ نعمتیں اور اس قدر بلند مرتبہ عطا فرمائیں گے، کہ وطن سے تجھے نکالنے والے تیری کیفیت کو دیکھ کر ذلت و رسوائی محسوس کریں گے اور ہجرت تیرے لیے رزق کی فراخی اور وسعت کا سبب بن جائے گی۔'' [1]

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ [2]

[اور جن لوگوں نے ظلم کیے جانے کے بعد، اللہ تعالیٰ کی خاطر وطن چھوڑا، یقیناً ہم انہیں دنیا میں اچھا ٹھکانا دیں گے اور بے شک آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے]۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ اور تاریخِ عالم اس حقیقت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے وطن مکہ مکرمہ اور اس میں موجود اعزہ و اقارب، ساز و سامان اور مال و دولت چھوڑا، تو اللہ مالک الملک نے انہیں سرزمین شام، ایران اور یمن کے خزانوں کی چابیاں عطا فرما دیں۔ شام کے سرخ محلات اور مدائن کے سفید محلات کا مالک بنا دیا۔ صنعاء کے دروازے ان کے لیے کھول دیے گئے۔ اور قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں ڈھیر ہوئے۔

درس ۲: مقصودِ عمل رضائے الٰہی کا حصول:

ہر عمل کرتے وقت مطلوب و مقصود صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ اس کے

---

[1] التفسیر الکبیر ۱۱/۱۵.
[2] سورۃ النحل / الآیۃ ۴۱.

بغیر، کسی بھی عمل کی، خواہ وہ کتنا بڑا یا زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وَابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ." [1]

[بے شک اللہ تعالیٰ اس عمل کے سوا، جو کہ صرف ان کے لیے کیا گیا ہو، اور اس سے ان کی رضا کا حصول مقصود ہو، کسی بھی دوسرے عمل کو قبول نہیں فرماتے۔]

اللہ تعالیٰ نے اسی اخلاص کا حکم پہلے پچھلے سب لوگوں کو دیا۔ اہل کتاب کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ﴾ [2]

[اور انہیں اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں دیا گیا، کہ وہ اللہ کی عبادت، اپنے دین کو ان کے لیے خالص کر کے یکسو ہو کر کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی نہایت درست دین ہے]۔

نبی کریم ﷺ کو بھی، اسی بات کا اعلان کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ.

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب من غزا يلتمس الأجر والذكر، جزء من رقم الحديث ۲۹٤۳، ۲/۶۵۹، عن أبي أمامه رضي الله عنه، شیخ البانی نے اس کو [حسن صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲/۶۵۹)۔ نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول، رقم الحديث ۵۲؛ وصحيح الترغيب والترهيب ۱/۱۰۶.

[2] سورة البينة / الآية ۵.

لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [1]

[کہہ دیجیے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ان کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی (بات) کا حکم دیا گیا ہے اور میں (حکم) ماننے والوں میں سے سب سے پہلے ہوں]۔

(ب)

﴿سَيَهْدِيْنِ﴾

[وہ ضرور میری راہنمائی کریں گے]

تفسیر:

ا: مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: اس سفر ہجرت میں میری راہنمائی فرمائیں گے۔ [2]

۲: وہ دین میں میری راہ نمائی فرمائیں گے۔ [3]

دین میں راہ نمائی سے مراد:

وہ انہیں دین پر ثابت قدم رکھیں گے۔

یا دین میں بلند درجات اور اعلیٰ مراتب والے اعمال کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ [4]

علامہ ابو یحییٰ انصاری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سَيُثَبِّتُنِيْ عَلٰى هُدَايَ وَيَزِيْدُنِيْ هُدًى." [5]

---

[1] سورة الأنعام / الآيتان ١٦٢-١٦٣.

[2] ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ٦/٢٦؛ وتفسير البيضاوي ٢٩٦/٢٢؛ وتفسير الخازن ٦/٢٦.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٢٩٦.

[4] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٢٦/١٥١؛ و تفسير أبي السعود ٧/١٩٩.

[5] فتح الرحمٰن ص ٥١٥.

[وہ ضرور مجھے میرے دین میں ثابت قدمی عطا فرمائیں گے اور میرے لیے ہدایت میں اضافہ فرمائیں گے]۔

ب: دعا میں کمالِ یقین کے اظہار کا سبب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام رب ذوالجلال کی اپنے اوپر سابقہ عنایات و نوازشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کمالِ یقین کے ساتھ ان کے بارے میں اپنی امید کا ذکر کرتے ہیں: [وہ ضرور میری راہ نمائی کریں گے] [1]

درس ۳: ہدایت کا من جانب اللہ ہونا:

ہدایت دینے کی صلاحیت اور اختیار صرف اللہ وحدہ لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ اس بارے میں ان کے سوا کسی اور کے پاس کچھ بھی نہیں۔ قرآن و سنت میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں چار دلائل نقل کیے جا رہے ہیں:

ا: ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ [2]

[کہہ دیجیے کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے، جو حق کی طرف ہدایت دے؟ کہہ دیجیے: صرف اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ کیا جو حق کی طرف ہدایت دیتا ہے، وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حق دار ہے یا

[1] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٢٦/١٥١؛ وتفسير البيضاوي /٧٩٨.

[2] سورة يونس ـعليه السلامـ / الآية ٣٥.

جو ہدایت نہیں دیتا، بلکہ محتاج ہے، کہ اس کو ہدایت دی جائے؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے، کس طرح تم فیصلہ کرتے ہو؟]

ب: ارشادِ ربانی ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ﴾ ❶

[بے شک آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں]۔

جب اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اعلیٰ ترین شخصیت حضرت محمد ﷺ کسی کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں رکھتے، تو کسی دوسرے کو اس بات کی قدرت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے؟

ج: ارشادربانی ہے:

﴿قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰی هُدَی اللّٰهِ﴾ ❷

[آپ کہہ دیجیے، کہ بے شک ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے۔]

مقصود یہ ہے، کہ ان حیلوں سے کچھ نہیں ہوگا، کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ جس کو ہدایت دے دیں یا دینا چاہیں، تمہارے حیلے ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ ❸

د: آنحضرت ﷺ اپنے خطابات کی ابتدا میں حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

"مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلا هَادِيَ لَهُ." ❹

---

❶ سورة القصص / جزء من الآية ٥٦.

❷ سورة آل عمران / جزء من الآية ٧٣.

❸ ملاحظہ ہو: أحسن البيان ص ١٥٤.

❹ سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول / ص ٣.

[جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ گمراہ کریں، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔]

اگر ہدایت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہوتی، تو حضرت نوح علیہ السلام اپنے لخت جگر اور بیوی کو، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر، حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کو بغیر ہدایت کے کیونکر رہنے دیتے؟

درس ۴: اہمیتِ ہدایت اور اس کا اللہ تعالیٰ سے مانگنا:

ہدایت کی اپنے دونوں معانی ❶ کے اعتبار سے اہمیت اور ضرورت کس قدر شدید ہے، کہ خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے انتہائی بلند مقام کے باوجود رب ذوالجلال سے اسے طلب کر رہے ہیں۔ قرآن وسنت کی متعدد دیگر نصوص بھی اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے چار ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام مسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى." ❷

["اے اللہ! بے شک میں آپ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور تونگری کا سوال کرتا ہوں۔"]

حدیث کے متعلق دو باتیں:

ا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا صرف ایک مرتبہ نہیں کی، بلکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیان [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے] سے معلوم ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ دین اور دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہ نمائی اور دین پر ثابت قدمی۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب التعوّذ من شرّ ما عمل ومن شرّ ما لم یعمل، رقم الحدیث ۷۲۔(۲۷۲۱) ۴/۲۰۸۷.

کثرت سے اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

۲: آنحضرت ﷺ نے [اَلْھُــدٰی] مطلقاً [بلا قید] کی فرمائش کی۔ اس طرح آنحضرت ﷺ نے دنیا و آخرت اور اخلاقِ عالیہ کی تمام باتوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے شاملِ حال ہونے کی دعا کی۔ [1]

ب: حضرات ائمہ احمد، ترمذی اور ابو یعلی نے شہر بن حوشب سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے کہا: ''میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اے مومنوں کی ماں! آپ کے ہاں قیام کے دوران رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ کون سی دعا کیا کرتے تھے؟''

انہوں نے جواب دیا:

''كَانَ أَكْثَرُ دُعَائِهِ:

''يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ.''

''آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ یہ دعا کرتے:

[''اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما دیجیے۔'']

انہوں نے بیان کیا: ''میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''آپ یہ دعا [''يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ.''] کس قدر زیادہ کرتے ہیں!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ آدَمِيٍّ إِلَّا وَقَلْبُهُ بَيْنَ أُصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ

---

[1] ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذي ۹/۳۲۳.

اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، مَا شَاءَ أَقَامَ، وَمَا شَاءَ أَزَاغَ.''❶

[''اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! بلاشبہ ہر شخص کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ جس کو چاہیں سیدھا کر دیں اور جس کو چاہیں ٹیڑھا کر دیں۔'']

ج: پختہ علم والوں کی دعاؤں میں سے...... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے...... ایک دعا یہ ہوتی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾❷

[اے ہمارے رب! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کج روی میں مبتلا نہ کیجئے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمایئے۔ بے شک آپ ہی بہت زیادہ عطا کرنے والے ہیں۔]

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہے، کہ مخلوق میں سب سے زیادہ شان و عظمت والے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور راسخ علم والے اللہ تعالیٰ سے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی طرح دین پر ثبات اور استقلال کی دعائیں کرتے ہیں۔

د: حضرات ائمہ احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن حبان نے

---

❶ المسند، رقم الحديث ٢٦٦٧٩، ٢٧٨/٤٤؛ وجامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب، رقم الحديث ٣٧٥٢، ٣٥٤/٩؛ ومسند أبي يعلى، رقم الحديث ٤١-(٦٩١٩)، ٣٥٠/١٢. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ امام ترمذی نے اسے [حسن]، شیخ البانی نے [صحیح] اور شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے [شواہد کی بنا پر صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٣٥٤/٩؛ وصحيح سنن الترمذي ١٧١/٣؛ وهامش المسند ٢٧٩/٤٤).

❷ سورة آل عمران / الآية ٨.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (نماز) وتر میں پڑھنے کے لیے کلمات سکھلائے:

''اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ.....الحديث.''❶

[''اے اللہ! مجھے ہدایت دیجیے ان لوگوں سے، جنہیں آپ نے ہدایت دی ہے......الحدیث]

طلبِ ہدایت کی اہمیت کس قدر ہے! کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عزیز نواسے، جنت کے نوجوانوں کے سردار کو اس کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اے اللہ کریم! ہمیں بھی ہدایت عطا فرمائیے۔ آمین یا ذالجلال والإکرام.

درس ۵: قبولیتِ دعا کا یقین:

دعا کرنے والے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنی فریاد کی قبولیت کا یقین رکھنا چاہیے۔ احادیث شریفہ میں اسی بات کی تلقین فرمائی۔ ذیل میں دو احادیث ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ.''❷

---

❶ حدیث کے بقیہ حصے اور تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد ص ۵۴۔۵۵.

❷ جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب، جزء من رقم الحديث ۳۷۰۹، ۳۱٦/۹. شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ۱٦٤/۳). امام احمد نے اسی مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المسند، جزء من رقم الحديث ٦٦٥٥، ۱٤۰/۱۰). شیخ احمد شاکر نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۱٤۰/۱۰).

[''تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تو تمہیں قبولیت کا یقین ہو۔'']

ب: دعا کی قبولیت کا یقین رکھنے والے کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ قوی توقع ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا فرماتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ.''[1]

[''میں اپنے بندے کے میرے متعلق گمان کے مطابق ہوں۔'']

یعنی جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے، میں ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں۔ اے اللہ کریم! ہمیں اپنے بارے میں بہترین گمان نصیب فرمائیے۔ إنك سميع مجيب.

(ج)

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾

[اے میرے رب! مجھے نیک بخت (لڑکا) عطا فرمائیے]

تفسیر:

ا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور بیٹا عطا فرمانے کی التجا کی۔ عربی میں (وَهَبَ يَهَبُ) بلا قید استعمال ہو، تو اس سے بیٹے کا عطا کرنا مراد ہوتا ہے، البتہ قید کے ساتھ بھائی دینے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: ﴿ويحذركم الله نفسه﴾، جزء من رقم الحديث ٧٤٠٥، ١٣/ ٣٨٤؛ وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء......، باب الحث على ذكر الله تعالى، جزء من رقم الحديث ٢ـ (٢٦٧٥)، ٤/ ٢٠٦١.

﴿وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا﴾ ❶

[اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا]۔ ❷

ب: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وطن اور اعزہ و اقارب سے ہجرت کرتے ہوئے تنہائی کا قدرے زیادہ احساس ہوا، تو اللہ تعالیٰ سے یہ فریاد کی۔ ❸

ج: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طلب کردہ بیٹے کے [صالحین] سے ہونے کی دعا کی۔ [الصلاح] بندوں کی صفات میں سے اعلیٰ ترین صفت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لیے بھی اسی کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس سوال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ ❹

[اے میرے رب! مجھے علم وفہم عطا فرمائیے اور مجھے صالحین میں شامل فرمادیجیے]۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دین ودنیا کے اعتبار سے بلند مقام دیئے جانے کے بعد اپنے جدامجد خلیل الرحمٰن علیہ السلام والی فرمائش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ ❺

❶ سورة مريم / جزء من الآية ٥٣.
❷ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ١٩٩/٧.
❸ ملاحظہ ہو: تفسير التحرير والتنوير ١٤٨/٢٣.
❹ سورة الشعراء / الآية ٨٣.
❺ سورة يوسف ۔ عليه السلام ۔ / الآية ١٠١.

[اے میرے رب! آپ نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر میں سے کچھ سکھایا، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے یار و مددگار ہیں، مجھے حالتِ اسلام میں فوت کیجئے اور مجھے صالحین سے ملا دیجئے]۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی دین و دنیا میں درجہ کمال پر فائز کئے جانے کے بعد اس عظیم صفت کے عطا کئے جانے کی التماس کی:

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [1]

[اے میرے رب! مجھے توفیق دیجئے، کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کروں، جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہیں اور (وہ) نیک کام کروں، (جسے) آپ پسند کرتے ہیں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما دیجئے]۔

درس ۶: اولاد دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہونا:

اولاد عطا کرنے کی قدرت و اختیار صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔ اس میں کسی اور کا کچھ دخل نہیں۔ خلیل الرحمٰن علیہ السلام اسی قدرت و اختیار کے مالک رب ذوالجلال سے بیٹے کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اسی اختیار کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ. اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا

[1] سورة النمل / الآية ١٩.

وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ ❶

[آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتے ہیں، پیدا کرتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں، بیٹیاں عطا کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، بیٹے دیتے ہیں یا انہیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، بانجھ بنا دیتے ہیں۔ بے شک وہ خوب جاننے والے بڑے قدرت والے ہیں]۔

درس ۷: اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں کے ساتھ دعا کرنا:

دعا کرنے کے آداب میں سے ایک بنیادی ادب یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے بہترین ناموں کے ساتھ فریاد کی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پیارے نام [رب] کے ساتھ دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❷

[اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب سے اچھے نام ہیں، سو تم انہیں ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، جو ان کے ناموں کے بارے میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ انہیں اپنے کیے کی ضرور سزا دی جائے گی۔]

امام بخاری نے اپنی کتاب [الصحیح] میں ایک باب کا درج ذیل عنوان تحریر

---

❶ سورة الشورى / الآيتان ٤٩ـ ٥٠.

❷ سورة الأعراف / الآية ١٨٠.

کیا ہے۔

[بَابُ السُّؤَالِ بِأَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالَى وَالْاِسْتِعَاذَةِ بِهَا][1]

[اللہ تعالیٰ کے ناموں کے ساتھ سوال کرنے اور ان کے ساتھ پناہ طلب کرنے کے متعلق باب]

پھر امام بخاری نے اس باب میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرنے، دعا کرنے اور پناہ طلب کرنے کے متعلق نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔[2]

درس ۸: ولادت سے قبل بیٹے کے نیک ہونے کی فکر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے نیک ہونے کی فکر کس قدر ہے! وہ اس کی ولادت سے پہلے، بلکہ کسی بھی شکل میں اس کے نام ونشان سے پہلے، اس کے صالحین [نیک لوگوں] سے ہونے کی فریاد کرتے ہیں۔ عقل و دانش اسی فکر اور سوچ کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ نعمتِ اولاد کی تکمیل ان کی نیکی سے ہوتی ہے۔ اولاد کی نیکی والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دلوں کا سرور ہوتی ہے۔ اولاد کا والدین کے ساتھ حسنِ سلوک بھی ان کی نیکی کے آثار سے ہے۔[3]

اللہ والے...... خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی طرح...... اس دعا کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ اس بارے میں ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

ا: حضرت زکریا علیہ السلام بیٹے کی فرمائش کرتے ہوئے اس دعا کو بھولتے نہیں۔ قرآن کریم میں ان کی فریاد کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، ۱۳/ ۳۷۸.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۳/ ۳۷۸۔۳۷۹؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۳/ ۳۸۰.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير التحرير والتنوير ۲۳/ ۱٤۸؛ نیز ملاحظہ ہو: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد'' ص ۲۷۔۲۹.

﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ [1]

[اے میرے رب! مجھے اپنی جانب سے پاکیزہ اولاد عطا فرمائیے۔ بے شک آپ ہی دعا کو بہت سننے والے ہیں]۔

ب: جنتی شخص کی دعاؤں میں اولاد کی اصلاح کی دعا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کے درج ذیل الفاظ ذکر فرمائے ہیں:

﴿رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ [2]

[اے میرے رب! مجھے توفیق دیجیے، کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر کروں، جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی اور یہ کہ میں (وہ) نیک عمل کروں، (جسے) آپ پسند کرتے ہیں اور میرے لیے میری اولاد کی اصلاح فرما دیجیے۔ بے شک میں نے آپ کی طرف توبہ کی اور بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں]۔

(د)

﴿فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ﴾

[تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار بیٹے کی بشارت دی]

تفسیر:

ا: اس میں تین بشارتیں ہیں:

---

[1] سورة آل عمران / الآية ٣٨.

[2] سورة الأحقاف / الآية ١٥.

۱: وہ لڑکا ہوگا۔

۲: وہ اس عمر کو پہنچے گا، کہ اسے بردبار کہا جاسکے، کیونکہ بچے کو تو بردبار نہیں کہا جاتا۔

۳: وہ بہت بردبار ہوگا۔ ❶

ب: (حلیم) بہت زیادہ حلم والا۔ حلم (بردباری) ایک عظیم صفت شمار کی جاتی ہے۔ اس میں اصالت رائے، بلند اخلاق اور مخلوق کے ساتھ شفقت شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس صفت کو پسند فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشج عبد القیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"إِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ." ❷

[''بے شک تجھ میں دو خصلتیں ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں پسند فرماتے ہیں: بردباری اور سوچ سمجھ کر جلد بازی کے بغیر قدم اٹھانا۔'']

ج: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس صفت کا قرآن کریم میں دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے:

I: ﴿إِنَّ إِبْرٰهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ ❸

[بے شک ابراہیم۔ علیہ السلام۔ بہت نرم دل بڑے بردبار تھے]۔

---

❶ ملاحظہ ہو: الكشاف ۳۷٤/۳؛ وتفسير البغوي ٢٦/٦؛ وزاد المسير ٧١/٧؛ والتفسير الكبير ١٥١/٢٦؛ وتفسير القرطبي ٩٨/١٥؛ وتفسير الخازن ٢٦/٦؛ وتفسير البيضاوي ٢٩٨/٢؛ وتفسير أبي السعود ١٩٩/٧.

❷ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله تعالى......، جزء من رقم الحديث ٢٥ ـ (١٧)، عن ابن عباس رضي الله عنهما، ٤٩/١.

❸ سورة التوبة / جزء من الآية ١١٤.

II: ﴿إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ﴾ [1]

[بے شک ابراہیم۔علیہ السلام۔ بہت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے اور رجوع کرنے والے تھے]۔

دیگر صفات عالیہ کے ساتھ اس صفت کے عطا کیے جانے میں حضرت اسماعیل اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہما السلام کے جانشین تھے۔ [2]

بعض مفسرین کرام نے نقل کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے سب سے کم اسی صفت [حلم] کا ذکر کیا ہے۔ [3]

د: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دونوں بیٹے بڑھاپے میں ملے۔ سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ﴾ [4]

[(ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا) سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جنہوں نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام عطا فرمائے]۔

بیٹے کی بردباری والدین کے لیے بہت بڑی نعمت ہے، لیکن بوڑھے والدین کے لیے تو اس نعمت کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

ہ: اللہ تعالیٰ نے جس [غُلٰمٌ حَلِيمٌ] [نہایت بردبار بیٹا] کی بشارت دی ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ درج ذیل دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں:

---

[1] سورة هود۔عليه السلام۔/ الآية ۷۵.

[2] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۲/۱۵۱.

[3] ملاحظہ ہو: الكشاف ۳/۳۷۶٤؛ وتفسير البيضاوي ۲/۲۹۸؛ وتفسير أبي السعود ۷/۱۹۹.

[4] جزء من الآية ۳۹.

۱: اس بیٹے کے دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچنے پر باپ اور بیٹے کے حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے مستعد ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ ذبح ہونے والے اسحاق علیہ السلام کے علاوہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک دوسرے بیٹے تھے، علاوہ ازیں مسلمانوں اور اہل کتاب کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ اسماعیل علیہ السلام اسحاق علیہ السلام سے بڑے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ جس بیٹے کی خوش خبری کا اس مقام پر ذکر ہو رہا ہے، وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ [1]

۲: اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے ان کے نبی بنانے کی خوش خبری بھی سنائی گئی ہے، تو پھر ان کے لڑکپن میں ذبح کرنے کا حکم دینے میں امتحان و آزمائش کس طرح ہو گی؟

۳: سورۃ ہود۔ علیہ السلام۔ میں اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دیتے ہوئے اسحٰق کے بعد ان کے بیٹے یعقوب علیہما السلام کی خوش خبری دی گئی ہے:

﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ [2]

[پس ہم نے اسے اسحاق (کی ولادت) کی بشارت دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب۔ علیہما السلام۔ کی]۔

پھر حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لڑکپن میں ذبح کا حکم کس طرح باعثِ آزمائش بن سکتا ہے؟

و: سورۃ الذاریات میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے بیٹے کی خوش خبری دینے

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ٤/١٦؛ وتفسير القرآن بكلام الرحمن ص ٥٧٢؛ وأشرف الحواشي ص ٥٣٨، فائده ٦؛ وأحسن البيان ص ١٢٦٣.

[2] جزء من الآية ٧١.

کا ذکر ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ﴾ ❶

[انہوں (ابراہیم علیہ السلام کے گھر داخل ہونے والے فرشتوں) نے کہا:
''مت ڈرو اور انہوں نے ایک بہت علم والے لڑکے کی خوش خبری دی۔'']

لیکن یہ دونوں بشارتیں اور ان کا مقصود جدا جدا ہے۔[غُلَامٌ حَلِيمٌ] ❷ والی خوش خبری اسماعیل، اور [بِغُلَامٍ عَلِيمٍ] ❸ والی خوش خبری اسحاق علیہما السلام کے متعلق ہے۔ پہلی [بشارت استجابة ❹] ہے، کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی فرمائش پر ملی۔ اسی لیے وہاں [بشرناہ] سے پہلے [فا] استعمال کیا ہے ❺ اور دوسری [بشارت کرامہ] ❻ ہے اور اسی لیے اس کا ذکر [واؤ عاطفه] کے بعد کیا گیا۔ ❼

دروس ۹: ظاہری اسباب کی کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فریادوں کو سننا:

اللہ کریم ظاہری اسباب کی قلت، کمزوری اور ناسازگار حالات کے باوجود اپنے بندوں کی فریادوں کو سنتے ہیں۔ کبر سنی کے باوجود اللہ کریم نے ابراہیم علیہ السلام کو [غُلَامٌ حَلِيمٌ]

---

❶ جزء من الآية ٢٨.

❷ نہایت بردبار لڑکا۔

❸ بہت علم والا لڑکا۔

❹ دعا کی قبولیت کی بشارت۔

❺ اس [فا] کو [فائے تعقیب] کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے، کہ انہوں نے دعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نتیجے میں بشارت دی۔

❻ یعنی امتحان و آزمائش میں کامیابی پر بطور انعام ملی۔

❼ یعنی یہ بشارت کسی سابقہ فرمائش یا التجا کا اثر یا نتیجہ نہ تھی، بلکہ ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی آمد کا جو قصہ بیان ہو رہا ہے، وہ اسی کا ایک حصہ ہے۔

کی نوید جاں فزا سنائی۔

ا: اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان فرمایا:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ❶

[بھلا وہ کون ہے، کہ جب لاچار اس کو پکارے، تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو]۔

ب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات کی خبر دی ہے۔ امام احمد نے بنی ہجیم کے ایک شخص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے عرض کیا: "یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِلَامَ تَدْعُوْ؟"

:''یارسول اللہ! آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَدْعُوْ إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ، الَّذِي إِنْ مَسَّكَ ضُرٌّ دَعَوْتَهُ، كَشَفَ عَنْكَ، وَالَّذِي إِنْ ضَلَلْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ فَدَعَوْتَهُ رَدَّ عَلَيْكَ، وَالَّذِيْ إِنْ أَصَابَكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَ عَلَيْكَ."❷

[''میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں، وہ یکتا ہیں، وہ ذات، کہ اگر تو مصیبت کے آنے پر ان سے دعا کرے، تو وہ اس کو تجھ سے دور کردیں اور وہ ذات، کہ اگر تو کسی بے آب و گیاہ سرزمین میں بھٹک جانے پر

---

❶ سورة النمل / الآية ٦٢.

❷ المسند، جزء من رقم الحديث ٢٠٦٣٦، ٣٤/٢٣٩۔ شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٣٤/٢٣٩).

ان سے فریاد کرے، تو وہ تجھے (سیدھے راہ کی طرف) لوٹا دیں اور وہ ذات، کہ اگر قحط سالی آنے پر تو ان سے دعا کرے، تو وہ (فصلوں کو) اگا دیں۔"]

درس ۱۰: اللہ تعالیٰ کا بندے کی طلب سے زیادہ عطا فرمانا:

اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے بندوں کی فریادوں کو پورا کرتے ہیں، بلکہ ان کی مطلوبہ چیزوں کے علاوہ وہ کچھ عطا فرماتے ہیں، جس کا انہوں نے سوال بھی نہیں کیا ہوتا۔ یعنی بن مانگے عطا فرماتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ ❶

[اور تم نے ان سے جو کچھ مانگا، تمہیں عطا کیا]۔

بعض مفسرین نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے: "جسے تم طلب کرتے ہو، وہ عطا کرتے ہیں اور جسے تم مانگتے نہیں، وہ بھی دیتے ہیں۔" ❷

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت زیادہ تحمل و بردباری کی عظیم خوبی والا بیٹا ان کی طلب سے بڑھ کر عطا فرمایا۔

(۵)

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾

[پس جب وہ ان کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا، تو انہوں نے کہا: "اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو تم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟"]

❶ سورة ابراهيم ـ عليه السلام ـ / جزء من الآية ٣٤.

❷ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٥/٤٨؛ وفتح القدير ٣/١٥٧.

تفسیر:

۱: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾

[پس جب وہ ان (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا]

یعنی باپ کے کام کاج میں بیٹا ان کا ہاتھ بٹانے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا: [مَعَهُ] [ان کے (والد کے) ساتھ]

مفسرین کرام نے یہاں یہ نکتہ بیان کیا ہے، کہ اس سے مراد یہ ہے، کہ وہ باپ کی نگاہ میں بھاگ دوڑ کے قابل ہو کر ان کے ساتھ تعاون کرنے لگے تھے اور یہ بات ان کے کام کاج کرنے کی اچھی صلاحیت اور استعداد پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ شفقت پدری کی بنا پر باپ اس سے پہلے اپنے لختِ جگر پر بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ [1]

ب: ﴿يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ﴾

[''اے میرے چھوٹے سے بیٹے! بے شک میں خواب میں دیکھتا ہوں، کہ واقعی میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، سو تم دیکھو، کہ تمہاری کیا رائے ہے؟'']

خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کے حکمِ الٰہی کے بعد بیٹے سے مشورہ اس لیے نہیں کیا، کہ انہیں اس حکم کی تعمیل میں تردّد تھا، کیونکہ حضراتِ انبیاء علیہم السلام احکامِ الٰہیہ کی تعمیل میں تردّد نہیں کرتے۔ اس مشورے میں حکمتیں تھیں۔

مفسرینِ کرام کی بیان کردہ حکمتوں میں سے پانچ درج ذیل ہیں:

۱: اگر اس کی بنا پر بیٹے کو پریشانی اور گھبراہٹ ہو، تو اسے تسلی دی جائے۔

۲: اگر بیٹے میں تسلیم و رضا ہو، تو باپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہو جائے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: الكشاف ٣/٣٤٧؛ وتفسير القرطبي ١٥/٩٩؛ والتفسير الكبير ٢٦/١٥٢؛ وتفسير البيضاوي ٢/٢٩٨؛ وتفسير أبي السعود ٧/٢٠٠.

۳: عظیم امتحان کے آغاز سے پہلے ہی بیٹا اس سے مانوس ہو جائے، تاکہ اس کا برداشت کرنا نسبتاً آسان ہو جائے۔

۴: رضا اور رغبت سے قربان ہو کر بیٹا بھی اجر و ثواب میں شریک ہو جائے۔

۵: اس قسم کے معاملات میں مشورہ کرنا سنتِ ابراہیمی علیہ السلام قرار پائے۔ [1]

درس ۱۱: اولاد کے متعلقہ خیر کے معاملات میں ان سے مشاورت:

اولاد کے متعلق خیر کے پروگرام ترتیب دیتے وقت ان کے ساتھ مشاورت کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں دورانِ مشاورت مقدور بھر شفقت، مہربانی، پیار اور محبت کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذبح کے حکمِ الٰہی کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے مشاورت کی اور اس کا آغاز [اے میرے چھوٹے سے بیٹے] کے شیریں الفاظ سے کیا۔ اس کے بعد انتہائی مؤثر انداز میں موضوعِ مشاورت [میں نے خواب میں دیکھا ہے، کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں] بیٹے کے سامنے رکھا۔ اس سے ان کا مقصود...... واللہ تعالیٰ أعلم...... یہ ہے، کہ میرے اور تمہارے خالق و مالک اللہ جل جلالہ کا مجھے یہ حکم آچکا ہے، کہ میں تمہیں ذبح کروں۔

پھر انہوں نے مشاورت کے لیے پیش کردہ بات کا اختتام کس عجیب انداز میں فرمایا: [''اب تم دیکھو، کہ تمہاری رائے کیا ہے؟'']

تنبیہ:

ہر قسم کی اولاد اور پیش آنے والا ہر مسئلہ ضروری نہیں، کہ مشاورت کے قابل ہو۔ بسا اوقات والدین کے لیے بعض معاملات میں اپنے اختیارات کا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ ہر موقع پر صورتِ حال کے مطابق اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے قرآن وسنت

---

[1] ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۴۷؛ وتفسير القرطبي ۱۵/۱۰۳؛ وتفسير البيضاوي ۲/۴۹۸؛ وفتح الرحمن ص ۵۴۵؛ وتفسير أبي السعود ۷/۲۰۰.

کی روشنی میں طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔

(و)

﴿قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ﴾

[انہوں نے کہا: ''اے میرے ابا (جان)! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجیے، اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'']

تفسیر:

ا: [أَبَتِ] اصل میں [أبي] [میرے باپ] ہے، [یا] کو [تاء] سے بدل دیا گیا ہے۔ ❶

ب: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جواب: ﴿افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ [آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، وہ کر دیجیے]

سے مراد یہ ہے، کہ میں آپ کو ذبح کرنے کا حق دیتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے ایک ہی جملے میں ذبح کرنے کی اجازت اور اس کا سبب بیان کر دیا ہے۔ ❷

ج: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قول: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ﴾ [اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے]

سے مراد یہ ہے، کہ آپ مجھے صبر میں بلند مقام پانے والے مشہور لوگوں میں سے پائیں گے۔

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۲۳/۱۵۱۔

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۵۱۔

ان کے اس جملے میں، ایک دوسرے جملے:

[اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والا پائیں گے]

سے کہیں زیادہ زور ہے۔ [1]

درس ۱۲: باپ کے ساتھ گفتگو میں ادب، واحترام، محبت اور پیار کا اظہار:

اپنے ذبح ہونے کے متعلق باپ سے بات سننے کے باوجود خوش نصیب بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے لب ولہجہ میں سختی، درشتگی، رعونت، تکبر یا بیزاری کا دور دور تک نام و نشان دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے برعکس ان کے جواب میں محبت، پیار اور ادب واحترام ہے۔ بدنصیب اولاد کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے مزاج کے خلاف بات سن کر باپ سے گفتگو کی بھی روادار نہیں رہتی۔ ان کے مسکین باپوں کے کان [ابا جان] کی ندا سننے کے لیے ہفتوں ترستے رہتے ہیں، لیکن ان شقی القلب صاحبزادوں کے پاس اپنے متکبرانہ رویے پر نظرِ ثانی کے لیے بھی فرصت نہیں ہوتی۔ اے اللہ کریم! ہم عاجز بندے ایسی سنگ دل اولاد سے آپ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ إنك قريب مجيب .

درس ۱۳: اچھے کام میں والدین کے ساتھ تعاون کرنا:

خوش نصیب اولاد خیر کے کاموں میں اپنے والدین کی حوصلہ افزائی کرتی اور ان کے دست و بازو بنتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استفسار پر جلیل القدر بیٹے نے کس قدر استقلال و استقامت کے ساتھ باپ کی ذمہ داری کی تکمیل کے لیے تعاون ہی نہیں، بلکہ خود اپنے آپ کو پیش کیا۔ فصلوات ربي وسلامه عليه وعلى أبيه، وعلى نبينا الكريم .

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير التحرير والتنوير ۱۵۲/۲۳ .

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں بھی خوش نصیب بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے باپ خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے ساتھ تعاون کرنے میں پس و پیش نہ کیا۔ امام بخاری کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کردہ روایت میں ہے:

ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

"يَا إِسْمٰعِيْلُ! إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا."

[''اے اسماعیل! بے شک تمہارے رب نے مجھے حکم دیا ہے، کہ میں ان کا گھر تعمیر کروں۔'']

انہوں نے عرض کیا:

"أَطِعْ رَبَّكَ."

[''اپنے رب کی اطاعت کیجئے۔'']

انہوں نے فرمایا:

"إِنَّهُ اَمَرَنِي أَنْ تُعِيْنَنِيْ."

[''بلاشبہ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے، کہ تم اس بارے میں میری اعانت کرو'']۔

انہوں نے عرض کیا:

"إِذَنْ أَفْعَلُ." أَوْ كَمَا قَالَ. [1]

''پھر میں (رب تعالیٰ کا گھر تعمیر کرنے میں) آپ کی اعانت کروں گا۔''

أَوْ كَمَا قَالَ.

اے رب کریم! ہمیں خیر کے کام کرنے اور ہماری اولادوں کو ان کی تکمیل میں ہمارے ساتھ تعاون کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا ذالجلال والإکرام.

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب يزفون: النسلان في المشي، جزء من الرواية ٣٣٦٥، ٦/٢٩٩.

درس ۱۴: مشیتِ الٰہی کے بغیر کسی کام کا نہ ہونا:

کوئی شخص بھی حکمِ الٰہی کے بغیر نہ تو کوئی نیکی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی گناہ سے بچ سکتا ہے۔ قرآن وسنت میں اس حقیقت کو متعدد مرتبہ صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بارے میں تین نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: ارشادِ ربانی:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ❶

[اور تم جہانوں کے رب اللہ تعالیٰ کے چاہے بغیر کچھ چاہ نہیں سکتے]۔

ب: ارشادِ ربانی:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ❷

[اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی رحمت نہ ہوتی، تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی [گناہوں سے] پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں، پاک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والے جاننے والے ہیں]۔

ج: مخلوق میں سے سب سے بلند و بالا ہمارے نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیا گیا، کہ وہ مشیتِ الٰہی کے بغیر کسی کام کے کرنے کا ذکر نہ کریں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا. اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ❸

[اور آپ کسی چیز کے متعلق کبھی یہ نہ کہنا، کہ میں یہ کام کل ضرور کروں گا،

❶ سورة التكوير / الآية ۲۹.

❷ سورة النور / جزء من الآية ۲۱.

❸ سورة الكهف / جزء من الآيتين ۲۳-۲۴.

مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں]۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس پیش آمدہ عظیم امتحان میں اپنے متعلق صریح الفاظ میں کہا: ﴿سَتَجِدُنِي إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ﴾

[اللہ تعالیٰ نے چاہا، تو آپ مجھے ضرور صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے]

درس ۱۵: خیر کے کام میں طلبِ اعانت پر اظہارِ تعاون کرنا:

خیر کے کام میں اعانت طلب کیے جانے پر مقدور بھر تعاون کا اظہار ضرور کرنا چاہیے۔ اس سے طلب کرنے والے کا دل باغ باغ، آنکھیں ٹھنڈی اور حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ رب علیم ہی جانتے ہیں، کہ اسماعیل کے اظہارِ تعاون سے ابراہیم علیہما السلام کو کس قدر اطمینان ہوا ہوگا۔

غزوۂ بدر سے پہلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نیک ارادوں کے ذکر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ ذیل میں دو مثالیں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام بخاری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''ہم تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہتے: (آپ جایئے اور آپ کے رب اور دونوں جنگ کیجیے)، لیکن ہم تو آپ کے دائیں، بائیں، آپ کے آگے اور پیچھے لڑیں گے۔''

پس میں نے دیکھا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب قول الله تعالىٰ: ﴿إذ تستغيثون......﴾، رقم الحديث ۳۹۵۲، ۷/۲۸۷.

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ طلب کرنے پر عرض کیا:

''بے شک ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے۔ ہم نے اس بات کی گواہی دی ہے، کہ آپ جو (دین) لائے ہیں، وہی حق ہے۔ ہم نے اسی دین کی اساس پر آپ کی سمع و طاعت ❶ کا عہد و پیمان کیا ہے۔ اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر آپ ہمیں اس سمندر میں کودنے کا حکم دیں اور آپ اس میں داخل ہو جائیں، تو ہم آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو ناپسند نہیں کرتے، کہ کل آپ ہمیں لے کر دشمن کے مقابلے میں آئیں۔ ہم جنگ میں صبر کرنے والے اور مقابلے کے وقت کے سچے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہماری جانب سے آپ کو وہ دکھائیں، جو آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی برکت پر روانہ ہو جائیے۔''

سعد رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش اور مستعد ہوئے اور فرمایا:

''سِيْرُوْا وَأَبْشِرُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَنِيْ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ، وَاللّٰهِ! كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ.'' ❷

[''روانہ ہو جاؤ اور بشارت سنو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو میں سے ایک گروہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ! بلاشبہ گویا کہ ایسے ہے، کہ میں ان لوگوں کی (لاشوں کے) گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'']

❶ آپ کی بات سننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا۔

❷ البداية والنهاية ٥/ ٧٠۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: ''اسی طرح ابن اسحاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور متعدد وجوہ سے اس کے شواہد ہیں۔'' (المرجع السابق ٥/ ٧٠۔ ٧١). ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش السيرة النبوية الصحيحة ٢/ ٣٥٩).

(ز)

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾

[پس جب وہ دونوں مطیع ہو گئے اور انہوں نے اسے پیشانی کے ایک جانب گرایا]

تفسیر:

ا: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا﴾:

اس کی تفسیر میں ذکر کردہ اقوال میں سے چار درج ذیل ہیں:

۱: دونوں باپ بیٹا حکمِ الٰہی کی تعمیل کے لیے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے۔ ❶

۲: ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو اور بیٹے نے اپنی جان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی۔ ❷

۳: اس کو (سَلَّمَا) پڑھا گیا ہے اور اس کا معنی یہ ہے، کہ انہوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ ❸

۴: دونوں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور ذکرِ الٰہی کیا۔ باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر اور بیٹے نے موت کی آغوش میں جانے کی تیاری میں۔ ❹

ب: ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾

اس کی تفسیر میں درج ذیل دو اقوال بیان کیے گئے ہیں:

---

❶ ملاحظہ ہو: الكشاف ٣٤٨/٣؛ وتفسير البغوي ٢٨/٦؛ وزاد المسير ٧٥/٧؛ وتفسير القرطبي ٩٧/١٥؛ وتفسير الخازن ٢٨/٦؛ وتفسير البيضاوي ٢٩٩/٢؛ وتفسير ابن كثير ١٦/٤؛ وتفسير أبي السعود ٢٠٠/٧.

❷ ملاحظہ ہو: الكشاف ٣٤٨/٣؛ وتفسير أبي السعود ٢٠٠/٧۔ یہ قول حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ (ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ٢٨/٦؛ وتفسير الخازن ٢٨/٦).

❸ ملاحظہ ہو: زاد المسير ٧٥/٧؛ وتفسير القرطبي ٩٧/١٥۔ یہ علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت ہے۔

❹ ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ١٦/٤.

۱: پیشانی کی ایک جانب پر گرایا۔ بیٹے کو اس طرح گرایا، جیسے جانور کو ذبح کرتے وقت کروٹ پر گرایا جاتا ہے۔[1]

۲: پیشانی کے بل گرایا، تاکہ چہرہ سامنے آنے پر پیار اور شفقت کے جذبات کا حکمِ الٰہی پر غالب آنے کا امکان باقی نہ رہے۔[2]

امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''جب ابراہیم (علیہ السلام) کو مناسک (حج) کا حکم دیا گیا، تو شیطان نے سعی کی جگہ میں ان کے سامنے آ کر ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن ابراہیم (علیہ السلام) اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل (علیہ السلام) انہیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے، تو شیطان (پھر) ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اسے سات کنکریاں ماریں اور وہ چلا گیا۔ پھر جمرہ وسطی پر ان کے سامنے آیا، تو انہوں نے اسے سات کنکریاں ماریں اور اسی مقام پر انہوں نے اسے (اپنے بیٹے کو) پیشانی کی ایک جانب پر گرادیا۔ (اس وقت) اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی۔ انہوں نے عرض کیا: ''اے میرے ابا (جان)! آپ کے پاس میرے کفنانے کے لیے میری اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں۔ آپ اس کو اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفنا سکیں۔''

وہ قمیص اتارنے کی خاطر تیار ہوئے، تو انہیں پیچھے سے آواز دی گئی:

''اے ابراہیم (علیہ السلام) یقیناً تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔''

---

[1] ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳٤۸؛ وزاد المسیر ۷/۷٦؛ وتفسیر البیضاوي ۲/۲۹۹؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۱.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۲/۲۹۸؛ وتفسیر أبي السعود ۷/۲۰۱.

ابراہیم (علیہ السلام) نے مڑ کر دیکھا، تو (وہاں) ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "بے شک ہم نے خود کو اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہوئے دیکھا ہے۔" [1]

درس ۱۶: حکمِ الٰہی کی بلا تردّد تعمیل:

اللہ والے احکامِ الٰہیہ کی بلا چون و چرا اور کسی قسم کے تردّد کے بغیر تعمیل کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [2]

[بلاشبہ جب ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جائے، تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، تو ان کی اس کے سوا بات نہیں ہوتی، کہ وہ کہتے ہیں: "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔" اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں]۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے حکمِ الٰہی کی تعمیل کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

درس ۱۷: عہد و پیمان کی پابندی:

عقل اور ایمان والے اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن کریم کی متعدد آیات میں سے تین درج ذیل ہیں:

---

[1] المسند، جزء من رقم الحدیث ۲۷۰۷، ۲۴۸/۴. شیخ احمد شاکر نے اس کی (سند کو صحیح) قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: ھامش المسند ۲۴۷/۴).

[2] سورۃ النور / الآیۃ ۵۱.

ا: ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ. الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ﴾ ❶

[نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں، وہ جو اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ وعدہ نہیں توڑتے]۔

ب: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ ❷

[اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے ہیں]۔

ج: ﴿وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ❸

[عہد کرنے پر وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے، تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی میں صبر کرنے والے، یہی لوگ سچے اور یہی لوگ متقی ہیں]۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل میں ذبح ہونے پر صبر کرنے کے اپنے وعدے کی خوب پاس داری کی۔ اللہ کریم کو ان کی یہ بات اس قدر پسند آئی، کہ قرآن کریم میں اس کی تعریف فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا﴾ ❹

[اور کتاب میں اسماعیل۔ علیہ السلام۔ کا ذکر کرو، بے شک وہ وعدے کے سچے اور رسول نبی تھے]۔

---

❶ سورة الرعد / الآيتين ١٩-٢٠.

❷ سورة المؤمنون / الآية ٨، وسورة المعارج / الآية ٣٢.

❸ سورة البقرة / جزء من الآية ١٧٧.

❹ سورة مريم / الآية ٥٤.

اے اللہ کریم! ہمیں بھی وعدے کی پاسداری کرنے والے بانصیب لوگوں میں شامل فرمایئے۔ آمین یا حي یا قیوم.

(ح)

﴿وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَّآ إِبْرٰهِيمُ. قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا﴾

[اور ہم نے اسے آواز دی، کہ اے ابراہیم! ۔علیہ السلام۔ واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا]

تفسیر:

ایک سوال:

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کو ذبح کئے بغیر یہ کیسے فرمایا، کہ: ''واقعی تم نے خواب سچ کر دکھایا'' اس کا سچ کر دکھانا، تو بیٹے کے ذبح کرنے پر ہوتا۔

جواب:

اس حکم کی تعمیل کی خاطر، جو کچھ ابراہیم علیہ السلام کے بس میں تھا، انہوں نے وہ کر دیا۔ اسی بارے میں دو مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

۱: علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''ہم نے تجھے جس بات کی تلقین کی تھی، وہ تم نے کر دی، جو تمہارے بس میں تھا، وہ کر دیا اور جس سے ہم نے روکا تھا، تم اس سے رک گئے۔''[1]

۲: شیخ سعدی تحریر کرتے ہیں:

''تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا، وہ تم نے کر دی، کیونکہ تم نے اپنے نفس کو اس [کام] کے کرنے کے لیے تیار کر لیا اور اس کے لیے ہر سبب اختیار کیا۔ حلق پر چھری چلانے کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔''[2]

---

[1] تفسیر القرطبي ۱۵/۹۷؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الرحمن ص ۵۱۶.

[2] تفسیر السعدي ص ۸۳۰.

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"إِلَّا شَرِكُوكُمْ فِي الْأَجرِ." [1]

امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَنْ حَبَسَهُ عنِ الْغَزْوِ مَرَضٌ أَوْ عُذْرٌ آخَرُ] [2]

[اس شخص کے متعلق باب جس کو جہاد سے بیماری یا کوئی اور عذر روکے]۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "اس (حدیث) میں یہ (بات) ہے، کہ اگر عمل کرنے میں کوئی عذر حائل ہو، تو بندہ اپنی نیت ہی سے عمل کرنے والے کا اجر حاصل کر لیتا ہے۔" [3]

(ط)

﴿إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾

[بے شک ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیتے ہیں]

تفسیر:

ا: ﴿الْمُحْسِنِينَ﴾ [احسان کرنے والے]

احسان سے مراد...... جیسا کہ امام ابن قیم نے تحریر کیا ہے......

"فِعْلُ الْمَأْمُوْرِ بِهِ سَوَاءً كَانَ إِحْسَانًا إِلَى النَّاسِ أَوْ إِلَى نَفْسِهِ." [4]

[تعمیلِ حکم کرنا، اس کا تعلق لوگوں سے ہو یا (خود) اپنی ذات سے]۔

ب: علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإمارة، رقم الحديث ١٥٩ ـ (١٩١١)، ١٥١٨/٣.

[2] المرجع السابق ١٥١٨/٣.

[3] فتح الباري ٤٧/٦.

[4] التفسير القيم ص ٢٥٨.

''ہم انہیں دنیا و آخرت میں سختیوں سے نجات کی صورت میں بدلہ دیتے ہیں۔''[1]

درس ۱۹: احسان کی وجہ سے مصائب سے خلاصی:

اللہ تعالیٰ اپنے احکام پر عمل کرنے والے بندوں کی مصیبتوں، دکھوں اور پریشانیوں کو دور کر دیتے ہیں۔ آیت کریمہ کے اس حصے میں یہی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں قاضی ابوسعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''تَعْلِيْلٌ لِتَفْرِيْجِ تِلْكَ الْكُرْبَةِ عَنْهُمَا بِإِحْسَانِهِمَا .''[2]

[ان دونوں کے اس مصیبت سے خلاصی پانے کی وجہ بیان کی گئی ہے، کہ وہ ان دونوں کی حکم الٰہی کی بجا آوری تھی]۔

یہ بات ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنتِ الٰہیہ یہی ہے، کہ وہ محسنین کو اسی طرح مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات دیتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''أَيْ هٰكَذَا نَصْرِفُ عَمَّنْ أَطَاعَنَا الْمَكَارِهَ وَالشَّدَائِدَ وَنَجْعَلُ لَهُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ فَرَجًا وَمَخْرَجًا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا. وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا[3]﴾.''[4]

---

1. تفسير القرطبي ١٠٦/١٥.
2. تفسير أبي السعود ٢١٠/٧.
3. سورة الطلاق / الايتين ٢-٣.
4. تفسير ابن كثير ١٨/٤.

[یعنی اسی طرح ہم اپنے اطاعت گزاروں کی تنگیوں اور سختیوں کو دور کردیتے ہیں اور ان کے معاملات میں ان کے لیے چھٹکارے اور نجات کی صورت بنا دیتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے (اس) ارشاد گرامی میں ہے:

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ [1] اختیار کرے گا، تو وہ اس کے لیے نکلنے کی راہ بنا دیں گے اور اسے وہاں سے رزق دیں گے، جہاں سے وہ گمان نہ کرتا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، تو وہ اس کے لیے کافی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔]

(ی)

﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ﴾

[بے شک یہی تو یقیناً کھلی ہوئی آزمائش ہے]

تفسیر:

اس آزمائش کی سختی، دشواری اور شدت متعدد باتوں سے نمایاں ہوتی ہے۔ ان میں سے چھ درج ذیل ہیں:

ا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اعزہ واقارب اور وطن سے دور تھے۔ ایسے حالات میں بیٹے کی اہمیت وضرورت عام حالات سے زیادہ ہوتی ہے۔

---

[1] امام طبری کی رائے میں (المتقین) کی بہترین تفسیر یہ ہے، [اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے ممنوعہ چیزوں کے ارتکاب میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے والے اور ان کے احکامات پر عمل کرکے ان کی اطاعت کرنے والے لوگ]۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر الطبري ١/٣٣٣، ٣٣٤)؛ اور امام نووی کے نزدیک [تقویٰ] اللہ تعالیٰ کے امر ونہی کی پابندی کرنا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تحریر ألفاظ التنبیه ص ٣٢٢)؛ نیز ملاحظہ ہو: تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب صفحات ٢٥۔٢٨.

۲: اللہ تعالیٰ نے یہ لخت جگر بڑھاپے میں عطا فرمایا تھا اور بوڑھے والدین ہی اس عمر میں ملنے والے فرزند کے ساتھ تعلق کو سمجھتے ہیں۔

۳: حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے فرزندِ اوّل تھے اور اولاد والے پہلوٹھی کے بچوں کی محبت کی دلوں پر گرفت سے خوب آگاہ ہیں۔

۴: ذبح کا حکم ملنے کے موقع پر یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور بوڑھے والدین کے اکلوتے فرزند سے تعلق کو رب ذوالجلال ہی بہتر جانتے ہیں۔

۵: اس راحتِ جان اور لخت جگر کو ذبح کرنے کا حکم اس وقت ملا، جب وہ کام کاج میں باپ کے ساتھ تعاون کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔

۶: اس نور نظر میں دیگر اوصاف کے ساتھ ایک وصف یہ تھا، کہ وہ [بہت بردبار] تھے اور ایسے بیٹے کی حیثیت بوڑھے والدین کے لیے عام بیٹوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ [1]

درس ۲۰: بندوں کی آزمائش کا سنتِ الٰہیہ ہونا:

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام ہی آزمائش میں مبتلا نہیں کیے گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے، کہ وہ بندوں کو مختلف قسم کے مصائب میں مبتلا کر کے ان کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔ اس بارے میں قرآن کریم میں بیان کردہ دلائل میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ

---

[1] ان باتوں کی قدرے تفصیل (سوائے نمبر ۵ کے) راقم السطور کی کتاب [حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد] صفحات ۹۹-۱۰۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔

﴿وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾[1]

[اور ہم تمہیں خوف، بھوک اور، مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے]۔

ب: ارشادِ ربانی:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ﴾[2]

[یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں تمہاری آزمائش ضرور کی جائے گی]۔

ج: ارشادِ ربانی:

﴿الٓمّٓ. اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ. وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ﴾[3]

[کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے، کہ انہیں، ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے، کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیا جائے گا اور وہ آزمائش میں نہیں ڈالے جائیں گے، حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمائش میں ڈالا تھا۔ سو اللہ تعالیٰ ہر صورت میں سچ کہنے والے لوگوں کو جان لیں گے اور ہر صورت میں جھوٹ کہنے والوں کو (بھی) جان لیں گے]۔

---

[1] سورة البقرة / الآية ١٥٥.

[2] سورة آل عمران / جزء من الآية ١٨٦.

[3] سورة العنكبوت / الآيات ١-٣.

درس ۲۱: آزمائش کا بندوں کے مقام ومرتبہ کے مطابق ہونا:

عظیم القدر خلیل الرحمٰن اور اسماعیل علیہما السلام کی آزمائش کس قدر شدید تھی! اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی آزمائش ان کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ عالی مرتبت حضرات کی آزمائش بہت دشوار اور کٹھن ہوتی ہے۔

اسی بارے میں حضرات ائمہ احمد، عبد بن حمید، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''میں نے عرض کیا:

"يَا رُسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟

''یارسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔! لوگوں میں سے شدید ترین آزمائش کن کی ہوتی ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْأَنْبِيَآءُ، ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهِ، فَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ صَلَابَةٌ زِيْدَ فِيْ بَلَائِهِ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ خُفِّفَ عَنْهُ. وَمَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ لَيْسَ عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ."[1]

---

[1] المسند، رقم الحديث ١٤٨١، ٣/٧٨؛ والمنتخب من مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ١٤٦، ١/١٦٢؛ وجامع الترمذي، أبواب الزهد، باب في الصبر على البلاء، رقم الحديث ٢٥٠٩، ٦/٦٦-٦٧؛ وسنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، رقم الحديث ٤٠٢٣، ١١/٤٥٤-٤٥٥. امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ٧/٦٧؛ وصحيح سنن الترمذي ٢/٢٨٦).

[''انبیاء علیہم السلام کی پھر صالحین کی، پھر (باقی ماندہ) لوگوں میں سے سب سے زیادہ فضیلت والوں کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے بقدر ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو، تو اس کی آزمائش (کی شدت) میں اضافہ کیا جاتا ہے اور اگر ان کی دینی حالت پتلی ہو، تو اس کی آزمائش میں تخفیف کی جاتی ہے۔ بندہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے، یہاں تک وہ (اس حالت میں) زمین پر چلتا ہے، کہ اس کے ذمے کوئی گناہ نہیں رہتا۔'']

(ک)

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾

[اور ہم نے اس کے فدیے میں بہت بڑا ذبیحہ دیا]

تفسیر:

ا: ﴿وَفَدَيْنَاهُ﴾:

جیسا کہ ظاہر ہے، کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کا ایک حصہ ہے اور مراد یہ ہے: کہ ہم نے تمہارے بیٹے کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا ہے۔ [1]

ب: حضرت ابراہیم نے اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے فدیہ دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فدیہ کا حکم دینے کی بنا پر اس کی نسبت ان کی طرف کی گئی۔ [2]

ج: ﴿بِذِبْحٍ﴾: ذال کی زیر کے ساتھ [فِعْلٌ] کے وزن پر ہے اور یہ کثرت سے مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں بھی [ذِبح] [مَذْبُوحٌ] کے معنی میں آیا ہے، یعنی ذبیحہ۔ [3]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۲۳/۱۵۵۔

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۵۶۔

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۵۶؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی ۱۵/۱۰۷۔

د:﴿عَظِیْمٍ﴾: اس ذبیحہ کو [عظیم] کہنے کے اسباب میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: اس کی شان وعظمت کی بنا پر، کیونکہ اس کے ساتھ ایک رسول کے ایسے بیٹے کا فدیہ دیا گیا، جو بعد میں منصبِ رسالت پر فائز ہونے والے تھے۔ علیہما السلام۔ [1]

۲: اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قبولیت کی بنا پر۔ [2]

۳: اس کی بڑی جسامت کی وجہ سے۔ [3]

درس ۲۲: حسبِ مشیت تخلیق پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ:

اللہ تعالیٰ جو چاہیں، جب چاہیں، جیسے چاہیں تخلیق فرماتے ہیں۔ کسی چیز کے پیدا کرنے میں وہ قطعی طور پر اسباب کے محتاج نہیں۔ اللہ کریم نے خود اپنے متعلق فرمایا۔

﴿یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ [4]

[اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، پیدا فرماتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتے ہیں]۔

کسی چیز کی تخلیق کا ایک مدت میں مکمل کرنا، یا [کُنْ] کہنے سے فوراً وجود میں لانا ان کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔ کسی بھی چیز کی تخلیق کے لیے، ان کی طرف سے تو [کُنْ] کہنا ہی بہت کافی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد آیات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ انہی میں سے چار آیات درج ذیل ہیں:

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير التحرير والتنوير ۲۳/۱۵٦؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ۱۵/۱۰۷؛ وتفسير البيضاوي ۲/۳۰۰؛ وتفسير أبي السعود ۷/۲۰۱.

[2] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۲٦/۱۵۸؛ نیز دیکھئے: تفسير القرطبي ۱۵/۱۰۷؛ وفتح القدير ٤/۵۸۷.

[3] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۲٦/۱۵٦؛ نیز دیکھئے: تفسير البيضاوي ۲/۳۰۰؛ وتفسير أبي السعود ۷/۲۰۱؛ وفتح القدير ٤/۵۷۸.

[4] سورة النور / جزء من الآية ٤۵.

ا: ﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ❶

[ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، تو اسے صرف یہ کہتے ہیں: "ہو جا"، بس وہ چیز ہو جاتی ہے۔]

ب: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ❷

[جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں، تو ان کا حکم اس کے سوا نہیں ہوتا، کہ وہ اسے کہتے ہیں: "ہو جا"، تو وہ ہو جاتی ہے]۔

ج: ﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ❸

[آسمانوں اور زمین کے (بغیر نمونہ دیکھے) پیدا کرنے والے ہیں اور جب وہ کسی چیز (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ کرتے ہیں، تو اسے بس یہی کہتے ہیں: "ہو جا" تو وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔]

د: ﴿قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ﴾ ❹

[انہوں (مریم) نے کہا: "اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے، حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا؟" فرمایا: "اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، پیدا فرماتے ہیں۔ جب وہ کسی چیز کا فیصلہ کر لیتے ہیں، تو اسے صرف [کُنْ] کہتے ہیں اور وہ ہو جاتی ہے۔"]

---

❶ سورة النحل / الآية ٤٠.
❷ سورة يس / ٨٢.
❸ سورة البقرة / الآية ١١٧.
❹ سورة آل عمران / الآية ٤٧.

جس چیز کو وہ وجود میں لانا چاہیں، پلک جھپکتے وجود میں آجاتی ہے، وہ خود فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾ ❶

[اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ ہی آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہوتا ہے]۔

جب ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی خاطر تیار ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب کے بغیر عام معمول سے ہٹ کر سینگوں اور موٹی آنکھ والا سفید رنگ کا ایک مینڈھا مہیا فرمادیا اور ایسے کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان اور سہل ہے۔ ❷

(ل)

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ. سَلَامٌ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ. كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[اور ہم نے ان کا ذکر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو، ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں]

تفسیر:

۱: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ﴾:

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"أَيْ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: ثَنَاءً جَمِيْلًا فِي الْأُمَمِ بَعْدَهُ، فَمَا مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا تُصَلِّي عَلَيْهِ وَتُحِبُّهُ." ❸

["یعنی بعد میں آنے والی امتوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، ہر امت

---

❶ سورة القمر / الآية ٥٠.

❷ اس کے متعلق تفصیل اس کتاب کے صفحات ۵۸۔۵۹ میں دیکھیے۔

❸ تفسیر القرطبي ١٥/ ١١٢؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر البغوي ٦/ ٣٠؛ وتفسیر الخازن ٦/ ٣٠.

ان پر درود بھیجتی ہے۔ اور ان سے محبت کرتی ہے۔'']

شیخ ابن عاشور اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وَتَرَكْنَا لَهُ ثَنَآءً، وَأَنْعَمْنَا عَلَيْهِ." ❶

[اور ہم نے ان کی تعریف کو باقی رکھا اور ہم نے ان پر انعام کیا]۔

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی تحریر کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد آنے والی قوموں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا، یہودی، نصرانی اور مسلمان سب ہی ان کا نام عزت و احترام سے لیتے ہیں اور ان کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کرتے ہیں اور قیامت تک ان کا ذکرِ جمیل قوموں میں باقی رہے گا۔'' ❷

ب: ﴿سَلَامٌ عَلَى إِبْرٰهِيمَ﴾: [ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو]

تفسیر:

اس کی تفسیر میں ذکر کردہ اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہے۔ ❸

۲: ان کے لیے آفات سے سلامتی ہے۔ ❹

۳: اس کا تعلق سابقہ جملہ سے ہے اور مقصود یہ ہے، کہ ہم نے آئندہ نسلوں میں ان کے لیے یہ جملہ [سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ] باقی رکھا اور مراد یہ ہے، کہ آئندہ آنے والے لوگ نسل در نسل ان کا ذکر خیر کرتے رہیں گے اور ان کے لیے

---

❶ تفسير التحرير والتنوير ٢٣/١٣٣.

❷ تيسير الرحمٰن لبيان القرآن ص ١٢٦٣.

❸ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ١٥/١١٢؛ وتفسير البيضاوي ٢/٢٩٦؛ وتفسير التحرير والتنوير ٢٣/١٣٣؛ تفسير المراغي ٢٣/٧٦.

❹ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ١٥/١١٢.

رحمت اور سلامتی کی دعائیں کرتے رہیں گے۔ ❶

ج: ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾:

[ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں]

تفسیر:

﴿كَذٰلِكَ﴾:

اس سے آئندہ آنے والے لوگوں میں ذکر خیر باقی رکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ گذشتہ آیت کریمہ [إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ] کے مشار الیہ ❷ سے الگ ایک نئی بات ہے، کیونکہ وہاں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے سختی اور شدت دور کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ ❸

﴿الْمُحْسِنِيْنَ﴾:

اس سے مراد حکم الٰہی کے لیے مطیع اور فرماں بردار لوگ ہیں۔ ❹

درس ۲۳: اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کے لیے قبولیت عامہ:

آئندہ نسلوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر کے باقی رہنے کی علت اور سبب حکمِ الٰہی کے لیے ان کی طاعت گزاری ہے۔ ❺

اس طرح قبولیتِ عامہ پانا صرف انہی کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ سنتِ الٰہیہ

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر البيضاوي ۲/۷۹٦؛ وتفسير أبي السعود ۷/۱۹٦؛ وفتح القدير ٤/٥٦٩.

❷ (مشار الیہ): جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

❸ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۷/۲۰۲.

❹ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٤/٥٧٧

❺ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۷/۲۰۲؛ وفتح القدير ٤/٥٧٠.

ہے، کہ وہ اپنے فرماں بردار بندوں کے لیے عقیدت، محبت اور احترام کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ اس بارے میں متعدد دلائل میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ [1]

[بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، رحمٰن ضرور ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دیں گے]۔

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيْلَ: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ."
فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ، فَيُنَادِيْ جِبْرِيْلُ فِيْ أَهْلِ السَّمَاءِ: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا، فَأَحِبُّوْهُ."
فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِيْ الْأَرْضِ." [2]

[جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں، تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتے ہیں: "بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتے ہیں، تم بھی اس سے محبت کرو۔"

سو جبریل اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں: "بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتے ہیں، سو تم بھی اس سے محبت کرو۔"

---

[1] سورة مريم / الآية ٩٦.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب المِقَةِ من الله تعالى، رقم الحديث ٦٠٤٠، ١٠/٤٦١؛ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، رقم الحديث ١٥٧۔ (٢٦٣٧)، ٤/٢٠٣٠. الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

تو آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت (اور پذیرائی) رکھ دی جاتی ہے۔'']

امام نووی نے اس پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابٌ إِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَبَّبَهُ إِلٰى عِبَادِهٖ][1]

[(اس بارے میں) باب، کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں، تو اسے اپنے بندوں کے لیے محبوب بنا دیتے ہیں]۔

(م)

﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾

[بلاشبہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا]

تفسیر:

ا: ﴿عِبَادِنَا﴾:

[ہمارے بندوں]

علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أَيْ مِنَ الَّذِيْنَ أَعْطُوْا الْعُبُوْدِيَّةَ حَقَّهَا حَتّٰى اسْتَحَقُّوْا الْإِضَافَةَ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ."[2]

[''یعنی وہ عبودیت کا حق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف انتساب کا شرف پانے والوں سے ہو گئے۔'']

ب: ﴿الْمُؤْمِنِينَ﴾:

قاضی ابوسعود اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

---

[1] صحيح مسلم ٤/ ٢٠٣٠.

[2] تفسير القرطبي ١٥/ ١١٢.

"اَلرَّاسِخِيْنَ فِي الْإِيْمَانِ عَلٰى وَجْهِ الْإِيْقَانِ وَالْاِطْمِئْنَانِ." ❶

[یقین واطمینان کے اعتبار سے راسخ ایمان والوں میں سے]۔

درس ۲۴: احکام الٰہیہ کی تعمیل کا ایمانِ راسخ کا ثمرہ ہونا:

ایمانِ راسخ کے سرچشمہ سے احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری پھوٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے (محسنین) [احکام الٰہیہ کے لیے مطیع وفرماں بردار لوگوں] میں سے ہونے کے بعد: ﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ﴾ [بلاشبہ وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے ایمان دار بندوں میں سے تھا] فرما کر یہ حقیقت واضح فرمائی، کہ ان کی بے مثال طاعت گزاری کے پس پشت ان کا یقین و اطمینان کے اعتبار سے راسخ ایمان تھا۔

علامہ شوکانی اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

"هٰذَا بَيَانٌ بِكَوْنِهِ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ، وَتَعْلِيْلٌ لَهُ بِأَنَّهُ كَانَ عَبْدًا مُؤْمِنًا مُخْلِصًا لَهُ." ❷

["یہ ان کے محسنین سے ہونے اور اس کی علت کا بیان ہے، کہ بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص ایمان دار بندے تھے ❸۔"]

ایمان کی پختگی اوامر الٰہیہ کی بجا آوری کو آسان اور سہل کر دیتی ہے، جبکہ ایمان کی کمزوری سے احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہونا بہت بھاری اور بوجھل ہو جاتا ہے۔ اے رب ذوالجلال! اپنی رحمت سے ہم ناکاروں کو پختہ ایمان والوں میں شامل فرما دیجیے۔ إنك قريب مجيب.

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ۷/۲۰۲.

❷ فتح القدير ۴/۵۷۰؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ۲/۳۰۰؛ وتفسير أبي السعود ۷/۱۹۶.

❸ مراد یہ ہے، کہ وہ اخلاص وایمان کی وجہ سے محسنین میں شامل ہوئے۔

(ن)

﴿وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ. وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَى إِسْحَاقَ﴾

[اور ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی، جو نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے اور ہم نے اس پر اور اسحاق ـ علیہما السلام ـ پر برکت نازل فرمائی]۔

تفسیر:

ا: یہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے سابقہ بشارت: ﴿وبشرناہ بغلام حلیم﴾ [1] کے علاوہ ایک نئی خوشخبری تھی۔ اسی کا ذکر سورۃ ہود علیہ السلام میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ [2]

[پس ہم نے اسے [3] اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب ـ علیہما السلام ـ کی خوش خبری دی]۔

ب: ﴿بِإِسْحٰقَ﴾:

اس سے مراد اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی بشارت ہے۔ [4]

ج: اسحاق علیہ السلام کے نام کے متعلق دو احتمالات ہیں:

ایک یہ، کہ اللہ تعالیٰ نے اسی نام کے ساتھ بچے کی بشارت دی۔ اس طرح بچے کا نام بھی خود اللہ تعالیٰ نے رکھ دیا۔ دوسرا احتمال یہ ہے، کہ بشارت بچے کی تھی، جس کا

---

[1] ترجمہ: اور ہم نے اسے ایک بہت بردبار بچے کی بشارت دی۔

[2] جزء من الآیة ۷۱.

[3] یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ اور اسحاق علیہ السلام کی والدہ سارہ علیہا السلام کو۔

[4] ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۱۶۱/۲۳.

نام بعد میں اسحاق رکھا گیا۔ ❶

د: ﴿نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾:

مراد یہ ہے، کہ جس بچے کی بشارت دی جارہی ہے، وہ بعد میں نبی اور نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ یہ مراد نہیں، کہ وہ بوقت بشارت نبی تھے۔ ❷

ہ: ﴿وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ﴾:

[اور ہم نے اس پر اور اسحٰق علیہما السلام پر برکت نازل فرمائی]

I: [اس پر] کی تفسیر میں دو اقوال ہیں:

۱: اس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں، کہ ہم نے ان پر برکت نازل فرمائی۔ ❸

۲: اس سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں، کہ ہم نے ان پر برکت نازل فرمائی۔ ❹

II: (نزول برکت):

اس کے متعلق مفسرین کرام کے بیان کردہ معانی میں سے چار درج ذیل ہیں:

۱: ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں برکت نازل فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی اکثریت اسحٰق علیہ السلام

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسير التحرير والتنوير ٢٣/١٦١.

❷ ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٣٠٠؛ وتفسير أبي السعود ٧/٢٠٢؛ وفتح القدير ٤/٥٧٧؛ وتفسير التحرير والتنوير ٢٣ / ١٦١.

❸ ملاحظہ ہو: تفسير البغوي ٦/٣٠؛ وتفسير القرطبي ١٥/١١٣؛ وتفسير الخازن ٦/٣٠.

❹ ملاحظہ ہو: تفسير القرطبي ١٥/١١٣.

کی نسل میں سے مبعوث کی گئی۔ ❶

۲: ان دونوں پر دینی و دنیوی برکات کی برکھا برسا دی۔ ❷

۳: ان دونوں کی نسل کو خوب بڑھایا۔ ❸

۴: ان دونوں کے ذکر خیر کو روزِ قیامت تک باقی رکھا۔ ❹

و: ﴿عَلَيْهِ﴾ [اس پر]

شیخ ابن عاشور اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں:

"أَيْ تَمَكُّنُ الْبَرَكَةِ مِنَ الْإِحَاطَةِ بِهِمَا." ❺

[یعنی برکت نے ان دونوں کو خوب اچھی طرح اپنے گھیرے میں لے لیا]۔

درس ۲۵: احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری کا دنیا میں صلہ:

اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا صلہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ ثابتہ ہے۔ قرآن و سنت کے اس بارے میں متعدد دلائل میں سے چار درج ذیل ہیں:

ا: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ❻

---

❶ تفسير البغوي ٦/٣٠؛ وتفسير الخازن ٦/٣٠؛ وتفسير البيضاوي ٢/٣٠٠؛ وتفسير الجلالين ص ٥٩٤؛ وتفسير ابى السعود ٧/٢٠٢.

❷ ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٣٠٠؛ وتفسير أبي السعود ٧/٢٠٢؛ وفتح القدير ٤/٥٧٧.

❸ ملاحظہ ہو: زاد المسير ٧/٧٨؛ وفتح القدير ٤/٥٧٧.

❹ ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ٢٦/١٥٩؛ وفتح القدير ٤/٥٧٧.

❺ تفسير التحرير والتنوير ٢٣/١٦٢.

❻ سورة النحل / جزء من الآية ٣٠.

[احسان کرنے والے لوگوں کے لیے اس دنیا میں [حَسَنَةٌ] ہے، اور بے شک آخرت کا گھر تو کہیں بہتر ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کا گھر بہت ہی اچھا ہے]۔

شیخ سعدی دنیا میں ملنے والی [حَسَنَةٌ] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أَيْ رِزْقٌ وَاسِعٌ، وَعِيْشَةٌ هَنِيْئَةٌ، وَطَمَانِيْنَةُ قَلْبٍ، وَأَمْنٌ، وَسُرُوْرٌ." ❶

["یعنی کشادہ روزی، خوش گوار زندگی، اطمینان قلب، امن اور مسرت۔"]

ب: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ❷

[جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، تو ہم اسے ضرور [حَيٰوةً طَيِّبَةً] بخشیں گے اور ہم انہیں ضرور ان کے اعمال سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے]۔

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هٰذَا وَعْدٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى، وَقَلْبُهُ مُؤْمِنٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ بِأَنْ يُحْيِيَهُ حَيَاةً طَيِّبَةً فِي الدُّنْيَا، وَأَنْ يَجْزِيَهُ بِأَحْسَنَ مَا عَمِلَهُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ. ❸

---

❶ تفسير السعدي ص٥٠٩.

❷ سورة النحل / الآية ٩٧.

❸ تفسير ابن كثير ٢/٦٤٥ باختصار.

[نیک عمل کرنے والا شخص، جس کا دل اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، وہ مرد ہو یا عورت اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے، کہ وہ اسے دنیا میں [حَیٰوۃً طَیِّبَۃً] عطا فرمائیں گے اور اسے دارِ آخرت میں اس کے عمل سے بہتر بدلہ دیں گے۔]

[حَیٰوۃً طَیِّبَۃً] کی تفسیر میں حضرات مفسرین کے نقل کردہ اقوال میں سے چار درج ذیل ہیں:

۱: وہ قناعت ہے۔ (1)

۲: وہ پاکیزہ حلال رزق ہے۔ (2)

۳: وہ سعادت ہے۔ (3)

۴: وہ دنیا میں رزق حلال اور عبادت ہے۔ (4)

حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں، کہ صحیح بات یہ ہے، کہ [حياة طيبه] ان سب کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ (5)

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ذٰلِكَ بِطَمَأْنِيْنَةِ قَلْبِهِ وَسُكُوْنِ نَفْسِهِ، وَعَدَمِ الْتِفَاتِهِ لِمَا يُشَوِّشُ عَلَيْهِ قَلْبَهُ، وَيَرْزُقُهُ اللّٰهُ رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ." (6)

---

(1) ملاحظہ ہو: زاد المسير ٤/٤٨٨؛ وتفسير ابن كثير ٢/٦٤٥؛ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

(2) ملاحظہ ہو: زاد المسير ٤/٤٨٩؛ وتفسير ابن كثير ٢/٦٤٥؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

(3) ملاحظہ ہو: زاد المسير ٤/٤٨٩؛ وتفسير ابن كثير ٢/٦٤٥؛ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

(4) ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ٢/٦٤٥، یہ حضرت ضحاک سے منقول ہے۔

(5) ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢/٦٤٥.

(6) تفسير السعدي ص ٥٢١.

[(اللہ تعالیٰ) اسے یہ [حیاۃ طیبہ] اطمینانِ قلب، سکونِ نفس اور دل کو تشویش لاحق کرنے والی چیزوں سے دور کر کے عطا فرماتے ہیں اور وہ اسے وہاں سے پاکیزہ حلال رزق عطا فرماتے ہیں، جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا]۔

ج: ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾[1]

[اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے، تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے، لیکن انہوں نے تکذیب کی، تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔]

د: امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ كَانَتِ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا، وَهِيَ رَاغِمَةٌ. . . ." الحديث[2]

["جس شخص کا قصد و نیت آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تونگری ڈال دیتے ہیں، اس کے بکھرے ہوئے معاملات کو سدھار دیتے ہیں اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے] الحدیث.

---

[1] سورة الأعراف / الآية ٩٦.

[2] جامع الترمذي، أبواب صفة القيامة، باب، جزء من رقم الحديث ٢٥٨٣، ٧/١٣٩. شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٢/٣٠٠).

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں اپنے نورِ نظر کو ذبح کرنے کا سچا عزم اور مقدور بھر کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں ان پر اپنی عنایات اور نوازشات کی بارش برسا دی۔ انہی مہربانیوں میں سے سات درج ذیل تھیں:

ا: بیٹے کو ذبح ہونے سے محفوظ فرما کر ایک مینڈھا بطور فدیہ مہیا فرمایا۔

ب: ایک اور بیٹے اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔

ج: اس بیٹے کے نبی اور صالحین میں سے ہونے کی خوش خبری دی۔

د: اس بیٹے کے ساتھ پوتے یعقوب علیہ السلام کی بھی بشارت دی۔

ہ: ان دونوں کی نسل کو خوب بڑھایا۔

و: ان دونوں کے ذکرِ خیر کو قیامت تک باقی رکھا۔

ز: ان کی نسل میں نبوت و کتاب کو جاری فرما دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ [1]

[ہم نے نبوت اور کتاب ان کی نسل ہی میں کر دی اور ہم نے انہیں دنیا میں ان کا اجر دیا اور بے شک وہ آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہیں]۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"فَلَمْ یَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِیًّا بَعْدَ إِبْرَاهِیْمَ علیه السلام إِلَّا مِنْ صُلْبِهِ." [2]

["اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہر نبی انہی کی نسل سے مبعوث کیا۔"]

---

[1] سورة العنكبوت / جزء من الآية ٢٧.

[2] فتح القدير ٤/٢٨٣.

درس ۲۶: اولاد کا باپ کی نیکی کی وجہ سے فائدہ پانا:

باپ کی احکامِ الٰہیہ کی بجا آوری سے اولاد کو دنیا ہی میں فائدہ پہنچنے کی توفیق الٰہی سے توقع ہوتی ہے۔ حکمِ الٰہی کی بے مثال تعمیل پر ابراہیم علیہ السلام پر برکتوں کا نزول ہوا۔ ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے اسحاق علیہ السلام پر بھی اللہ تعالیٰ نے برکتیں نازل فرمائیں، حالانکہ اس موقع پر ان کی کچھ کارگزاری نہ تھی، بلکہ وہ تو اس وقت تک دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

باپ کی نیکی کی بنا پر اولاد کو نفع پہنچنے کے سلسلے میں ذیل میں دو آیات اور دو اقوال ملاحظہ فرمائیے:

۱: ارشادِ ربانی:

﴿وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ﴾ [1]

[(خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے مہمان نوازی نہ کرنے والی بستی کی گرتی ہوئی دیوار سیدھی کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا) اور وہ دیوار اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو آپ کے رب نے چاہا، کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں۔ آپ کے رب کی رحمت تھی اور میں نے (یہ سارے کام) اپنی رائے سے نہیں کیے]۔

آیت کریمہ میں بیان کردہ حقیقت کو اچھی طرح واضح کرنے کی غرض سے ذیل

[1] سورة الكهف / جزء من الآية ٨٢.

میں تین حضرات مفسرین کے اقوال توفیقِ الٰہی سے پیش کئے جا رہے ہیں۔

ا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"حُفِظَا بِصَلَاحِ أَبِيهِمَا ، وَلَمْ يُذْكَرْ لَهُمَا صَلَاحًا ."❶

[''ان دونوں کی اپنے باپ کی نیکی کی بنا پر حفاظت کی گئی، حالانکہ ان کی کسی ذاتی نیکی کا ذکر نہیں کیا گیا۔'']

۲: حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اس میں یہ دلیل ہے، کہ نیک آدمی کی اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کی عبادت کی برکت دنیا و آخرت میں اس کی اولاد کے شاملِ حال ہوتی ہے۔ یہ بات قرآن و سنت سے ثابت ہے۔❷

۳: علامہ سیوطی تحریر کرتے ہیں:

"إِنَّ الْوَلَدَ يُحْفَظُ بِصَلَاحِ أَبِيهِ ."❸

[بے شک باپ کی نیکی کی وجہ سے بیٹے کی حفاظت کی جاتی ہے۔]

ب: ارشادِ ربانی:

﴿وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾❹

[ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے، کہ اگر وہ اپنے بعد ناتواں بچے چھوڑ جائیں، جن کے متعلق انہیں (ضائع ہونے کا) اندیشہ ہو، تو ان لوگوں کو چاہیے، کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور سیدھی بات کہیں۔]

---

❶ تفسیر ابن کثیر ۳/۱۱۱.

❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۳/۱۱۱.

❸ ملاحظہ ہو: الإکلیل في استنباط التنزیل ص ۱۷۱.

❹ سورة النساء / الآیة ۹.

شیخ قاسمی اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''اس آیت میں کمزور اولاد چھوڑنے سے ڈرنے والے باپوں کی راہنمائی کے لیے اشارہ ہے، کہ وہ اپنے تمام معاملات میں تقویٰ اختیار کریں، تاکہ ان کے بعد ان کی اولادوں کی حفاظت کی جائے اور عنایتِ الٰہیہ سے ان کی نصرت ہو۔ علاوہ ازیں اس (آیت) میں ان میں تقویٰ کے فقدان کی صورت میں اولادوں کے ضائع ہونے کی وعید (بھی) ہے۔ اس میں یہ اشارہ (بھی) ہے، کہ آباء و اجداد کا تقویٰ نسلوں کی حفاظت کرتا ہے اور نیک لوگوں کی کمزور اولادوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔''[1]

ج: حضرت سعید بن المسیَّب نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

"لَأَزِيْدَنَّ فِي صَلَاتِيْ مِنْ أَجْلِكَ رَجَاءَ أَنْ أُحْفَظَ فِيْكَ."[2]

[''میں تمہاری خاطر اپنی (نفلی) نماز میں اس امید پر ضرور اضافہ کروں گا، کہ اس کی وجہ سے تمہاری حفاظت کی جائے۔'']

د: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا:

"مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوْتُ إِلَّا حَفِظَهُ اللّٰهُ فِيْ عَقِبِهِ وَعَقِبِ عَقِبِهِ."[3]

[''کوئی مومن فوت نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔'']

---

[1] تفسير القاسمي ٥/٤٧.

[2] جامع العلوم والحكم ١/٤٦٧.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ٢/٣٠٠؛ وتفسير أبي السعود ٧/٢٠٢؛ وفتح القدير ٤/٥٧٧.

(س)

﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ﴾

[اور ان دونوں کی اولاد سے کوئی نیکی کرنے والا ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے]

تفسیر:

ا: ﴿مُحْسِنٌ﴾:

اس سے مراد اچھے عمل کرنے والا یا ایمان و توحید اور اللہ تعالیٰ کی طاعت گزاری کے ساتھ خود اپنے آپ سے احسان کرنے والا شخص ہے۔ ❶ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین اسی زمرے سے ہیں۔ ❷

ب: ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾:

اپنی جان پر کفر اور نافرمانی سے ظلم کرنے والے۔ کافر اور فاسق لوگ اسی قسم میں شامل ہیں۔ ❸

ج: ﴿مُبِيْنٌ﴾

اس کا ظلم ظاہر ہے۔ ❹

درس ۲۷: ہدایت و گمراہی کا حسب ونسب سے مشروط نہ ہونا:

ہدایت و ضلالت حسب و نسب سے مشروط اور مقید نہیں۔ ❺ کتنی ہی دفعہ نیک

❶ ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۹/۲۶.

❷ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۳۰۰/۲؛ وتفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ وفتح القدیر ۵۷۷/٤.

❸ ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۱۵۹/۲٦.

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر البیضاوي ۳۰۰/۲.

❺ ملاحظہ ہو: الکشاف ۳۵۱/۳۔ ۳۵۲؛ و تفسیر البیضاوي ۳۰۰/۲؛ وتفسیر أبي السعود ۲۰۲/۷؛ وتفسیر المراغي ۷٦/۲۳.

لوگوں کے ہاں بُرے اور بُرے لوگوں کے ہاں نیک بچے جنم لیتے ہیں [1] اللہ تعالیٰ زندے سے مردہ، اور مردے سے زندہ نکالتے ہیں۔ عظیم المرتبت رسول نوح علیہ السلام کا بیٹا حالتِ کفر میں غرق ہو کر مرا اور بت پرست آزر کا بیٹا خلیل الرحمٰن علیہ السلام بنا۔

درس ۲۸: باپ کے فضائل و مناقب کا بیٹے کو عالی مرتبت نہ بنانا:

باپ کی خوبیوں اور اچھائیوں کی وجہ سے بیٹا مقام و مرتبہ والا قرار نہیں پاتا۔ [2] فضیلت اور برتری ذاتی خصائل اور اپنے اچھے کیے ہوئے اعمال کی بنا پر ہوتی ہے، البتہ باصلاحیت اور اعلیٰ کردار والی اولاد کے لیے باپ کے محامد و محاسن مزید عزت کا سبب بنتے ہیں۔ [3]

درس ۲۹: اعلیٰ خاندان سے نسبت کا غلط عقیدے اور بُرے عمل والے کو فائدہ نہ ہونا:

غلط عقیدے اور بُرے اعمال والے شخص کو اعلیٰ خاندان کی طرف نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ یہ فائدہ صحیح عقیدے اور اچھے اعمال سے مشروط ہوتا ہے۔ عقیدے اور اعمال کی خرابی کے سبب مشرکین عرب کا اسماعیل علیہ السلام کی نسل اور یہود و نصاریٰ کا اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہونا، ان کے کسی کام نہ آیا۔ [4]

---

[1] ملاحظہ ہو: الکشاف ۳/۳۵۲؛ وتفسیر التحریر والتنویر ۲۳/۱۶۲.

[2] ملاحظہ ہو: التفسیر الکبیر ۲۶/۱۵۹؛ وتفسیر التحریر والتنویر ۲۳/۱۶۲.

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۲۳/۱۶۲.

[4] ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ۱۵/۱۱۳۔۱۴.

درس ۳۰: ناکارہ اولاد کو باپ کی خوبیوں پر فخر کرنے کا حق نہ ہونا:

آباء و اجداد کے محامد و محاسن کی بنا پر نالائق اور ناکارہ اولاد کا فخر کرنا درست نہیں، کیونکہ مقام و مرتبہ اور قدر و منزلت کے مستحق تو اعلیٰ خوبیوں اور خصلتوں والے ہوتے ہیں، ناکارہ اور نالائق تو نہیں ہوتے۔ [1]

درس ۳۱: والدین کی کوشش کے بعد اولاد کے بگاڑ کا ان پر اثر انداز نہ ہونا:

والدین کی مقدور بھر کوشش کے بعد اولاد کے بگاڑ سے ان کے مقام و مرتبہ میں کمی نہیں ہوتی۔ [2] جب ابراہیم و اسحٰق علیہما السلام کی نسل میں صریح ظلم کرنے والے ہیں، تو کسی اور کی اولاد کے بارے میں کون گارنٹی دے سکتا ہے؟ اگر نوح علیہ السلام کے بیٹے کے حالتِ کفر میں مرنے سے ان کی حیثیت میں کمی نہیں ہوئی، تو کسی اور کی حیثیت میں اولاد کے بگاڑ سے کمی کیونکر ہو سکتی ہے؟

البتہ یہ بات ضروری ہے، کہ والدین تادمِ واپسیں امکانی حد تک اولاد کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرتے رہیں، وگرنہ اولاد کی گمراہی میں وہ شریک ہوں گے۔

درس ۳۲: اولاد کی اصلاح میں ناکام ہونے والے پریشان والدین کے لیے پیغامِ تسلی:

آیت کریمہ کے اس حصے میں اولاد کی اصلاحی کوششوں میں بظاہر ناکامی کا سامنا کرنے والے پریشان حال اور کبیدہ خاطر والدین کے لیے اس اعتبار

---

[1] ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ۲٦/۱٥۹.

[2] ملاحظہ ہو: الكشاف ۳/۳٥۲؛ وتفسير أبي السعود ۷/۲۰۲؛ وتفسير التحرير والتنوير ۲۳/۱٦۲؛ وتفسير المراغي ۲۳/۷٦.

سے تسلی اور اطمینان کا پہلو ہے، کہ اس پریشانی میں وہ تنہا مبتلا نہیں، بلکہ خلیل الرحمٰن اور اسحاق علیہما السلام ایسی عظیم المرتبت ہستیوں کی نسل میں صریح ظلم کرنے والے موجود تھے۔

اے اللہ کریم! ہم سب کی اولادوں اور نسلوں کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنا کر ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایئے۔آمین یا حي یا قیوم.

حرفِ آخر

سب حمد وثنا رب علیم وحکیم کے لیے، کہ انہوں نے اپنے فضل وکرم سے اس عظیم موضوع کے متعلق ان اوراق کو ترتیب دینے کی توفیق سے نوازا۔ اب انہی سے اس کی قبولیت اور اس میں موجود غلطی اور کوتاہی کی معافی کی عاجزانہ التجا ہے۔ إنـه سميع مجيب .

خلاصہ کتاب:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ قربانی کے حوالے سے بیان کردہ دروس وعبرتوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱: احکامِ الٰہیہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر وطن، اعزہ واقارب اور مال و اسباب چھوڑ کر ہجرت کرنا۔

۲: ہر کام کرنے کا مقصود ومطلوب صرف رضائے الٰہی کا حصول ہو۔

۳: ہدایت دینے کا اختیار اور صلاحیت صرف اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ ان کے حکم کے بغیر کوئی بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا۔

۴: ہدایت انتہائی بیش قیمت نعمت اور انسانیت کی بنیادی ضرورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر اللہ والے ان سے ہدایت طلب کرنے کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔

۵: دعا کرتے وقت اس کی قبولیت کا یقین ہونا چاہیے۔

۶: اولاد دینے کی صلاحیت اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس بارے میں کسی

اور کا کچھ بھی دخل نہیں۔

۷: دعا اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ کرنی چاہیے۔

۸: عقل و ایمان والے اولاد کے نیک ہونے کی فکر میں، ان کی ولادت سے پہلے ہی، اس بارے میں دعا شروع کردیتے ہیں۔

۹: اللہ تعالیٰ فریادوں کو پورا کرنے میں اسباب کے محتاج نہیں۔

۱۰: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی طلب سے زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

۱۱: اہل عقل و ایمان اولاد کے متعلقہ خیر کے معاملات میں ان سے مشاورت کرتے ہیں، البتہ ہر قسم کی اولاد اور ہر مسئلہ قابلِ مشاورت نہیں ہوتا۔

۱۲: بانصیب اولاد باپ کے ساتھ گفتگو میں ادب، احترام، محبت اور پیار کا اظہار کرتی ہے۔

۱۳: خوش نصیب اولاد خیر کے کاموں میں والدین کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔

۱۴: مشیئت الٰہی کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا۔

۱۵: خیر کے کاموں میں مدد طلب کئے جانے پر اچھے لوگ اظہار تعاون کرتے ہیں۔

۱۶: عظیم لوگ احکامِ الٰہیہ کی تعمیل بلاچوں و چرا اور کسی قسم کے تردد کے بغیر کرتے ہیں۔

۱۷: عقل و ایمان والے لوگ اپنے عہد و پیمان کی بہرصورت پاسداری کرتے ہیں۔

۱۸: حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں بندہ سچے ارادے اور مقدور بھر کوشش کا پابند ہے۔ کام کا ہونا یا نہ ہونا، اس کی ذمہ داری میں شامل نہیں۔

۱۹: اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے، کہ وہ اپنے احکام کی تعمیل کرنے والوں کو مصیبتوں اور سختیوں سے نجات عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ عنایت اپنے سب طاعت گزاروں کے لیے ہے۔

۲۰: سنتِ الٰہیہ ہے، کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔

۲۱: بندوں کی آزمائش ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق ہوتی ہے۔ بلند مقام والوں کی آزمائش بھی شدید ہوتی ہے۔

۲۲: اللہ تعالیٰ جو، جب اور جسے چاہیں، پیدا کرنے کی قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ کسی بھی چیز کی تخلیق کے لیے ان کا [کُنْ] کہنا ہی کافی ہے اور وہ چیز پلک جھپکتے وجود میں آ جاتی ہے۔

۲۳: اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کے لیے لوگوں کے دلوں میں قبولیت پیدا کرتے اور زبانوں پر ذکرِ خیر جاری کر دیتے ہیں۔

۲۴: ایمان کی پختگی سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کرنا آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔

۲۵: اللہ تعالیٰ اپنے طاعت گزاروں کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی بہترین صلہ عطا فرماتے ہیں۔

۲۶: باپ کی نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اولاد کو دنیا میں فائدہ عطا فرماتے ہیں۔

۲۷: ہدایت و گمراہی حسب و نسب سے مشروط نہیں۔

۲۸: باپ کے فضائل و مناقب ظالم اولاد کو عالی مرتبت نہیں بنا سکتے۔

۲۹: غلط عقیدے اور بُرے اعمال والے کو اعلیٰ خاندان سے نسبت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

۳۰: ناکارہ اولاد کو باپ کی خوبیوں پر فخر کا حق نہیں۔

۳۱: والدین کی اصلاحی کوششوں کے بعد اولاد کے بگاڑ کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

۳۲: اولاد کی اصلاحی کوششوں میں ناکام ہونے والے والدین کے لیے عظیم لوگوں کی نسل میں سے صریح ظالموں کا ہونا پیغامِ تسلی ہے۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے، راقم السطور تمام اہل علم، تربیت کرنے والے حضرات وخواتین، طالب علموں، اہل اسلام، بلکہ پوری انسانیت سے پرزور اپیل کرتا ہے، کہ وہ:

۱: اس قصے میں موجود بیش قیمت دروس اور عبرتوں کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں، شاید کہ اللہ کریم ان کے فیض کو انسانیت کے لیے عام فرمادیں۔

۲: دیگر قرآنی قصوں اور ان میں موجود عظیم الشان نصیحتوں کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔

۳: قرآنی قصوں کو پڑھنے پڑھانے اور ان سے فوائد کا استنباط کرتے وقت ضعیف احادیث، اسرائیلی روایات اور بے سروپا حکایات سے کلی طور پر اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ اس معمولی کوشش کو قبول فرمائیں۔ اسے میرے، اسلام اور انسانیت کے لیے مفید بنائیں اور اس کی تیاری میں ہونے والی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائیں۔إنه سميع مجيب.

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وأَصْحَابِه وَأَتْبَاعِهٖ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

المراجع و المصادر

١ـ "الإكـليـل في استنباط والتنزيل" للعلاّمة السيوطى، بتحقيق ا: سيف الدين عبـد الـقـادر الـكـاتـب، ط: دارالـكـتـب الـعلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ.

٢ـ "البـداية والـنهاية" للحافظ ابن كثير، بتحقيق د. عبد الله بن عبد المحسن التركي، ط: دار هجر مصر، الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

٣ـ "تـحـفة الأحـوذي" شـرح جـامـع التـرمـذي لـلشيخ محمد عبد الرحمٰن المباركفوري، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٤ـ "تفسير البغوي" المسمّى بـ"معالم التنزيل" للإمام البغوي، (المطبوع على هامش تفسير الخازن)، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

٥ـ "تـفسيـر البيـضـاوي" الـمسـمّى بـ"أنوار التنزيل وأسرار التأويل" للقاضي البيضاوي، ط: دارالكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨هـ.

٦ـ "تـفسيـر التـحـريـر والتـنـوير" للشيخ ابن عاشور، ط: دار التونسية للنشر تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

٧ـ "تـفسيـر الـجـلاليـن" للعلامة جلال الدين المحلى والعلاّمة جلال الدين السيـوطـي، ط: دارالتـراث العربي للطباعة والنشر القاهرة، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٨ـ "تفسير الخازن" المسمّى بـ"لُباب التأويل في معاني التنزيل"، ط: دارالفكر بيروت، سنة الطبع ١٣٩٩هـ.

٩ـ "تفسير السعدي" المسمّى بـ "تيسير القرآن الكريم في تفسير كلام المنّان" للشيخ السعدي، بتحقيق الشيخ عبد الرحمن اللويحق، ط: دار السلام الرياض، الطبعة الثانية ١٤٢٢هـ.
١٠ـ "تفسير أبي السعود" المسمَّى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
١١ـ "تفسير الطبري" المسمَّى بـ "جامع البيان من تأويل أي القرآن" بتحقيق الشيخين محمود محمد شاكر وأحمد محمد شاكر، ط: دار المعارف بمصر، بدون الطبعة وسنة الطبع.
١٢ـ "تفسير القاسمي" المسمَّى بـ "محاسن التأويل" للعلّامة القاسمي، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨هـ.
١٣ـ "تفسير القرآن بكلام الرحمٰن" للشيخ ثناء الله الأمرتسري، بتخريج الشيخ عبد القادر الأرناؤوط، وبمراجعة الشيخ صفي الرحمن المباركفوري، ط: دار السلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٣هـ.
١٤ـ "تفسير القرطبي" المسمَّى بـ "الجامع لأحكام القرآن" للإمام القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
١٥ـ "التفسير القيم" للإمام ابن القيّم، بجمع الشيخ محمد أويس الندوي، وبتحقيق الشيخ محمد حامد الفقي، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤٠٨هـ.
١٦ـ "التفسير الكبير" المسمَّى بـ "مفاتيح الغيب" للعلّامة الرازي، ط: دار الكتب العلمية طهران، الطبعة الثالثة، بدون سنة الطبع.
١٧ـ "تفسير ابن كثير" المسمَّى بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير، بتقديم الشيخ عبد القادر الأرناؤط، ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام

الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣هـ.
١٨ـ "تفسير المراغي" للأستاذ أحمد مصطفى المراغي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٤هـ.
١٩ـ "جامع الترمذي (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوذي) للإمام أبي عيسٰى الترمذي، ط: دارالكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٢٠ـ "جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم" للحافظ ابن رجب، بتحقيق الشيخين شعيب الارناؤط وإبراهيم باجس، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثالثه ١٤١٢هـ.
٢١ـ "زاد المسير في علم التفسير" للحافظ ابن الجوزي، ط: المكتب الإسلامي بيروت، الطبعة الأولى ١٩٨٤م.
٢٢ـ "سلسلة الأحاديث الصحيحة" (المجلد الأول) للشيخ الألباني، ط: المكتب الإسلامي الطبعة الثانية ١٣٩٩هـ.
٢٣ـ "سنن ابن ماجه" للإمام ابن ماجه، (المطبوع مع إنجاز الحاجة)، ط: المكتبة القدوسية لاهور، الطبعة الأولى ١٤٢٩هـ.
٢٤ـ "السيرة النبويه الصحيحة" للدكتور أكرم ضياء العمري، ط: مكتبة العلوم والحكم المدينة الطيبة، بدون الطبعة، وسنة الطبع ١٤١٢هـ.
٢٥ـ "صحيح البخارى" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام البخاري، ط: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
٢٦ـ "صحيح الترغيب والترهيب" تحقيق الشيخ الألباني، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثالثة ١٤٠٩هـ.
٢٧ـ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ الألباني، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.
٢٨ـ "صحيح مسلم" للإمام مسلم، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبد الباقي، نشر

وتوزيع: رئاسة إدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ۱٤۰۰هـ.
۲۹ـ "صحيح سنن النسائي" صحّح أحاديثه الشيخ الألباني، ط: مكتبة التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ۱٤۰۹هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش.
۳۰ـ "فتح الباری" للحافظ ابن حجر، ظ: المكتبة السلفية، بدون الطبعة وسنة الطبع.
۳۱ـ "فتح الرحمن بكشف ما يلتبس في القرآن" للقاضی أبي يحيى زكريا الأنصاري، بتحقيق الشيخ عبد السميع، ط: مكتبة الرياض الحديثة الرياض، الطبعة الأولى ۱٤۰٤هـ.
۳۲ـ "فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير" للعلّامة الشوكاني، بتعليق ا: سعيد اللحام، ط: المكتبة التجارية مكه المكرمة، بدون الطبعة وسنة الطبع.
۳۳ـ "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل من وجوه التنزيل" للعلّامة الزمخشري، ط: دارالمعرفة بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.
۳٤ـ "المنتخب من مسند عبد بن حميد" بتحقيق الشيخ مصطفى العدوي، ط: داربلنسية الرياض، الطبعة الثانية ۱٤۲۳هـ.
۳۵ـ "مباحث في علوم القرآن" للشيخ مناع خليل القطان، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ۱٤۱۳هـ.
۳٦ـ "مسند الإمام أحمد بن حنبل" ط: دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ۱۳٦۸هـ (أو: ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ۱٤۱۷هـ).
۳۷ـ "منهج الدعوة إلى العقيدة في ضوء القصص القرآنی" للدكتورة منى عبدالله (رسالة دكتوراة).
۳۸ـ "مسند أبي يعلى الموصلی" بتحقيق ا: حسين سليم أسد، ط: دارالمأمون

للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

۳۹۔ "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دارالمعارف بمصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨هـ.

۴۰۔ "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤط ورفقائه، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

اُردو کتب:

۱۔ ''احسن البیان'' حافظ صلاح الدین یوسف، ط: شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ طیبہ.

۲۔ ''اشرف الحواشی'' شیخ الحدیث محمد عبدہ الفلاح، ط: شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور.

۳۔ ''تقوی: اہمیت، برکات، اسباب'' فضل الٰہی، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور.

۴۔ ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن'' ڈاکٹر محمد لقمان سلفی، ط: دار الداعي للنشر والتوزیع ریاض.

۵۔ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد'' فضل الٰہی، ط: مکتبہ قدوسیہ لاہور.

۶۔ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد'' فضل الٰہی، مکتبہ قدوسیہ لاہور.

مصنف کی اُردو تالیفات

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد
۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں
۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب
۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم
۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد
۶۔ بیٹی کی شان وعظمت
۷۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے
۸۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب
۹۔ فضائلِ دعوت
۱۰۔ دعوت دین کون دے؟
۱۱۔ دعوتِ دین کسے دیں؟
۱۲۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟
۱۳۔ دعوت دین کہاں دی جائے؟ (زیرِ طبع)
۱۴۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت
۱۵۔ نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داری
۱۶۔ والدین کا احتساب
۱۷۔ بچوں کا احتساب
۱۸۔ مسائل قربانی
۱۹۔ مسائل عیدین
۲۰۔ لشکرِ اُسامہ کی روانگی
۲۱۔ اذکار نافعہ
۲۲۔ رزق کی کنجیاں
۲۳۔ جھوٹ کی سنگینی اور اقسام
۲۴۔ قرض کے فضائل ومسائل
۲۵۔ مختصر حج وعمرہ کی آسانیاں
۲۶۔ حج وعمرہ کی آسانیاں
۲۷۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیرِ طبع)

مؤلف کی عربی مؤلفات

١. فضل آية الكرسي وتفسيرها
٢. إبراهيم عليه الصلاة و السلام أباً
٣. حب النبی ﷺ وعلاماته
٤. وسائل حب النبی ﷺ
٥. مختصر حب النبی ﷺ وعلاماته
٦. النبی الكريم ﷺ معلماً
٧. التقوىٰ: أهميتها وثمراتها و أسبابها
٨. أهمية صلاة الجماعة (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
٩. الأذكار النافعة
١٠. من تصلي عليهم الملائكة ومن تلعنهم
١١. فضل الدعوة الى الله تعالىٰ ١٢. ركائز الدعوة إلى الله تعالىٰ
١٣. الحرص على هداية الناس (في ضوء النصوص وسير الصالحين)
١٤. السلوك و أثره في الدعوة إلى اللّٰه تعالىٰ
١٥. من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (في ضوء الكتاب والسنة)
١٦. من صفات الداعية : اللين والرفق
١٧. الحسبة : تعريفها و مشروعيتها و وجوبها
١٨. الحسبة فی العصر النبوي و عصر الخلفاء الراشدين رضی الله عنهم
١٩. شبهات حول الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر
٢٠. مسؤولية النساء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر (فی ضوء النصوص وسير الصالحين)
٢١. حكم الإنكار فی مسائل الخلاف
٢٢. الاحتساب على الوالدين: مشروعيته ، ودرجاته ، وآدابه
٢٣. الاحتساب على الأطفال
٢٤. قصة بعث أبي بكر جيش أُسامة رضی الله عنهما (دراسة دعوية)
٢٥. مفاتيح الرزق (في ضوء الكتاب والسنة)
٢٦. التدابير الواقية من الزنا في الفقه الإسلامي
٢٧. التدابير الواقية من الربا في الإسلام
٢٨. شناعة الكذب وأنواعه
٢٩. لا تيئسوا من روح اللّٰه (تحت الطبع)

[illegible]

توفیق الٰہی سے اس بارے میں کتاب ھذا میں چھیالیس باتیں پیش کی گئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں::

- ہر مناسب وقت اور جگہ میں تعلیم
- مختلف اقسام کے لوگوں کو تعلیم دینا
- شاگردوں کو نام، کنیت یا لقب سے پکارنا
- شاگردوں کے لیے دعا
- بات کا اعادہ کرنا
- دورانِ تعلیم اشاروں، شکلوں اور لکیروں کا استعمال
- عمدہ استفسار کی تعریف
- طلبا کی صلاحیتوں کا ادراک
- آسانی کرنے والے معلم

کتاب کے بعض امتیازی خصائص:

- بنیادی معلومات کے لیے مصدر و مرجع کتاب وسنت
- آیات کریمہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت تفاسیر اور شروح حدیث سے بھرپور استفادہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

قربانی کا قصہ

تفسیر و دروس

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور اسلام آباد